حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حکیم مرزا صفدر بیگ

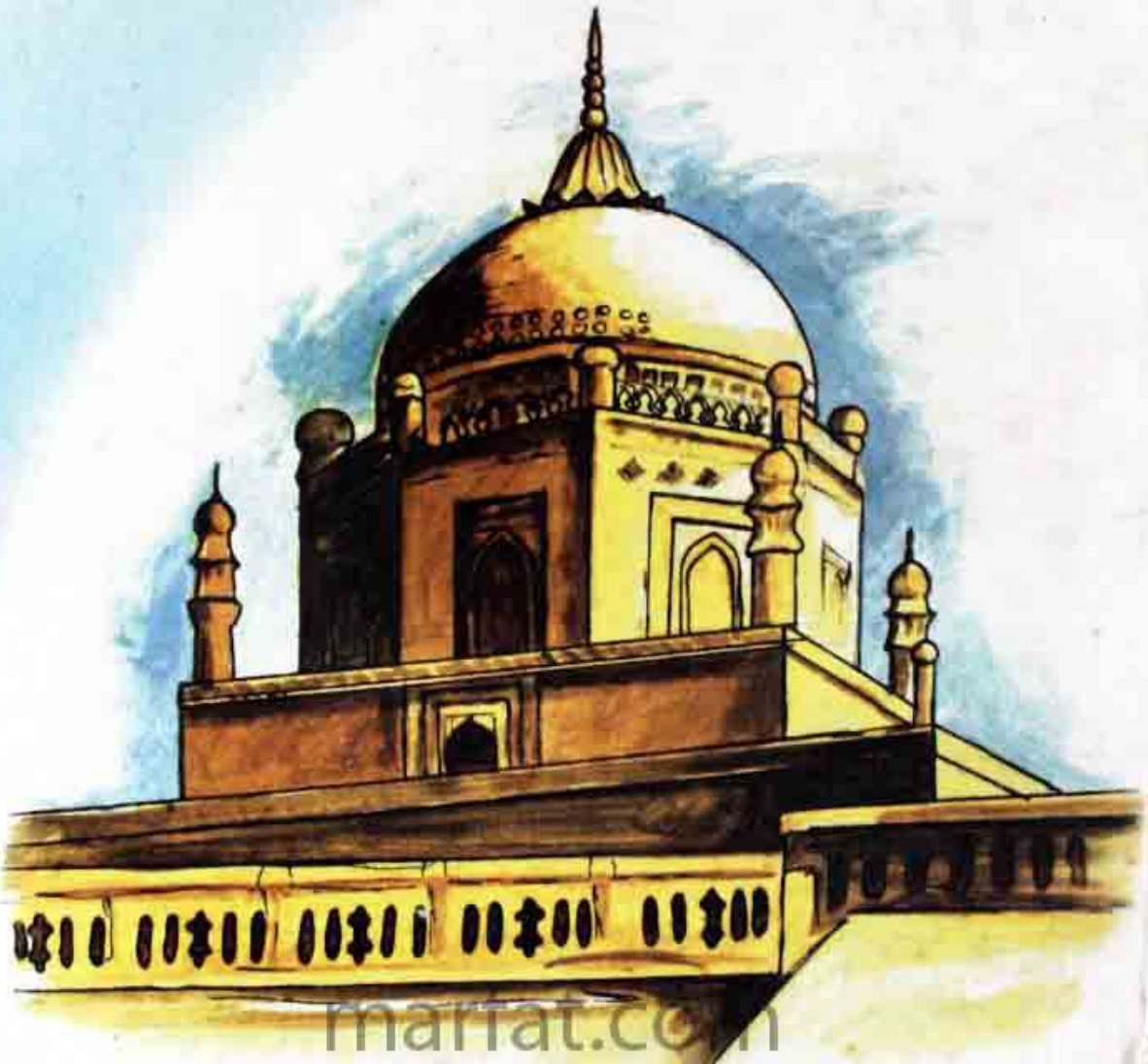

marfat.com

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حکیم مرزا صفدر بیگ

بک کارنر پرنٹرز پبلشرز زمین بازار جہلم

فون نمبر دوکان:624306 فون نمبر رہائش:614977

ای میل:Bookcornerjm@yahoo.co.in

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ..... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف ..... مولانا حکیم مرزا صفدر بیگ

نظر ثانی ..... چودھری عمران اصغر

اشاعت 2003ء

کمپوزنگ ..... گگن شاہد

سرورق ..... امر شاہد

مطبع ..... فرینڈز پرنٹرز جہلم

قیمت ..... ~~150~~ روپے

/100/=

ملنے کا پتہ

مکتبہ رحمانیہ	اُردو بازار لاہور
اسلامی کتب خانہ	اُردو بازار لاہور
کتبِ خانہ شانِ اسلام	اُردو بازار لاہور
کتب خانہ خورشیدیہ	اُردو بازار لاہور
حق پبلشرز	چیٹر جی روڈ اُردو بازار لاہور
عوامی کتاب گھر	اُردو بازار لاہور
خزینہ علم واَدب	اُردو بازار لاہور
گوہر پبلی کیشنز	راجپوت مارکیٹ اُردو بازار لاہور
دُعا پبلشرز	لوئر مال لاہور
لاہور اسٹیشنرز	اُردو بازار لاہور

marfat.com

انتساب

محترم اعظم صاحب

مقیم دربارِ عالیہ عبداللہ شاہ غازی کے نام!!!

مرزا صفدر بیگ

marfat.com

تاریخ الخلفاء

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی مشہور و معروف تصنیف
تاریخ الخلفاء کا جدید اور آسان اُردو زبان میں ترجمہ

مترجم: مولانا حکیم مرزا صفدر بیگ

بک کارنر پرنٹرز پبلشرز زمین بازار جہلم

فون نمبر دوکان: 624306 فون نمبر رہائش: 614977

marfat.com

فہرست

❁ سخنہائے گفتنی	7
❁ پیش لفظ	13
❁ ولادت	18
❁ تعلیم وتربیت	19
❁ علم تصوف	24
حضرت معروف کرخیؒ	34
ابوجعفر محمد ابن علی القصابؒ	36
ابن الکرنبیؒ	38
القنطریؒ	39
ابوحفص الحدادؒ	39
یحییٰ ابن معاذ الرازیؒ	42
یوسف ابنِ حسین رازیؒ	43
❁ شخصیت	44
❁ حضرت جنید بغدادیؒ کی تعلیمات ونظریات	55
❁ بغداد کا مدرسۂ تصوف	167
❁ حضرت جنید بغدادیؒ کے رفقاء	173
ابوالحسین احمد ابن محمد النوری الخراسانیؒ	173
ابوسعید الخرازؒ	176
ابنِ عطاء العدیؒ	177

marfat.com

ابو محمد رُوَیم ابن احمدؒ 178

ابو حمزہ البغدادیؒ 179

عمرو بن عثمان المکیؒ 180

محمد ابنِ اسماعیل خیر النساجؒ 182

ابو احمد مصعب القلانیسیؒ 184

احمد ابنِ مسروقؒ 184

❁ حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد 186

ابو احمد ابنِ الحسین الجریریؒ 186

ابو بکر شبلیؒ 187

ابو المغیث حسین بن منصور حلاجؒ 189

جعفر الخلدیؒ 194

❁ حضرت جنید بغدادیؒ کی تصانیف 196

❁ وفات 199

marfat.com

سخنہائے گفتنی

مُبسملاً وَّحمدَ لاً وَّمُصَلّیاً!

فاما بعد! حضرت مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ اِلی یوم القیامہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

عُذرِ مَنْ صَنَّفَ وَ قَدِ اسْتَهْدَفَ

ترجمہ: ”میرا عذر (کچھ یہ ہے کہ) جسنے تصنیف کی وہ نشانہ بنا۔“

کچھ یہی دُنیا کا دستور بھی ہے۔ جب سورج طلوع ہو چکتا ہے تو وہ چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ چھپے کیسے وہ بذاتِ خود ہی تو اپنے وجود کا مصداق مصداق ہے بقول کسے ؎

”گر نہ بیند شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ است“

تو مصنف یا مؤلف کتاب ہٰذا کا عنوان کتاب یا یوں کہئے کہ موضوع کتاب ہی اُن کی قلبی کیفیات اور فکری انجذاب کا بہترین خزینہ ہے بقول شاعر ؎

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دواء نے کام کیا
دیکھا! اس بیماریٔ دِل نے کیسا کام تمام کیا

بہرحال ایسا لگتا ہے کہ مصنف کتاب کو بھی کچھ ”بیماریٔ دِل“ نے ہی یہ کام تمام کرنے پر آمادہ کرلیا ہو۔

مختصراً یہ کہ فکری و عملی قوتیں اگر دونوں یکجا ہو جائیں تو پھر کچھ نہ پوچھیے نتائج تو خود منتظر جادۂ ومنزل کے مصداق بن کر رہ جاتے ہیں۔

marfat.com

''تصوف MYSTICISM'' کیا چیز ہے؟ اس کے اصول و مبادیات کیا ہیں؟ اس کے مناسب نفوس و باطن کے تزکیہ کے کون کون سے مراحل ہیں؟ اور اس سلسلہ کے مراحل کیلئے کس قدر ریاضیات شاقہ اور پھر بالآخر کس قدر مجتہدانہ بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے؟ اور پھر تصوف وسلوک و حقیقت ومعرفت ربّانی کے حصول کیلئے کون کون سے عنوانات ہیں کہ جن پر مدّت العمر ڈیرے ڈال کر بیٹھنا پڑتا ہے اور پھر کسی ایسے شیخ وقت کی ضرورت تو بہرحال مسلّمہ ہے کہ جو اس راہ میں اپنے علمی و عملی کمالات ومجاہدات و خاص طور پر مجتہدانہ بصیرت سے ایک طالب صادق کو اس خاکدانِ ارضی سے اُٹھا کر تصوف وسلوک وحقیقت ومعرفتِ ربّانی کے اوجِ ثریّا سے ہمکنار کر دے یقیناً اس مقصد کیلئے شیخ کامل کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور دوسری جانب طلب صادق کی۔ بغیر روحانی بصیرت کے یہ مقام ہاتھ آتا نہیں مجرد عقل وفکر یہاں پر بے کارِ محض ہو جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صاحب مرحوم ومغفور نے کیا خوب نشاندہی فرمائی ہے

گر بہ استدال کارے دیں بودے
فخر رازیؒ رازدار دیں بودے
پائے استدلالیاں چو بیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود
نورِ حق از سینۂ سیناؒ مجو!
روشنی از چشم نابینا مجو!

اقبالؒ

marfat.com

تو نورِ حق کی متلاشی لگاہیں ہمیشہ کسی ایسی ہستی کی متلاشی ہوا کرتی ہیں کہ جو اسے اس مجازی حیات میں ہی نورِ حق کے تجلّی سے براہِ راست مستنیر کر سکے، تو اس سلسلہ کی پہلی کڑی حضرات انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین الی یوم القیامۃ کی شخصیات تھیں کہ جو براہِ راست نورِ حق کے تجلّی سے مستنیر ہوا کرتی تھیں۔ ازاں بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قدسی نفوس تھے کہ جو "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمِ اقْتَدَیْتُمِ اھْتَدَیْتُمْ!" "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں اُن میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے!"

(حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروانۂ ہدایت سے شاد کام ہوئے۔ ازاں بعد حضرات تابعینؒ و تبع تابعینؒ کی مقدس جماعتیں ہیں کہ جو عرفانِ شریعت و طریقت کے مجتہدات، فکر و عمل کی ہر دو جہتوں کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے تھے۔

"آمدم بر سر مطلب کے مصداق"

"اسلامی تصوف ISLAMIN MYSTICISM" کی تاریخ میں عروس البلاد بغداد کا "توحیدی مدرسۂ تصوف" کہ جو تیسری صدی ہجری کی زوال پذیر عباسی حکومت و سلطنت کے پایۂ تخت میں قائم ہو چکا تھا اور تصوف و سلوک و حقیقت و معرفت کے عناوین کے علمی و نظری و عملی مباحث نیز مجتہدانہ بصیرت کے پیش نظر ایک نہایت اہم دور کی علمی و فکری و عملی نمائندگی کرتا ہے۔ حضرت جنید بغداد علیہ الرحمۃ کی شخصیت اسی اہم مکتبۂ فکر کی بھرپور نمائندہ شخصیت چلی آتی ہے، بلامبالغہ اسی مکتبۂ فکر کی نمائندہ شخصیات مثلاً

marfat.com

حضرت شیخ جنیدِ بغدادؒ کے اساتذہؒ وشیوخ کرامؒ کون کون سی حیثیات کی حامل شخصیات تھیں۔ حضرت جنیدِ بغدادؒ نے اُن سے بہرطور کیا عملی ونظری وعلمی مباحث کئے اور ان سے کہاں تک مستفید ہوئے اور پھر اپنے دور میں اس بغداد کے صوفی مکتبۂ فکر کی کہاں تک بھرپور نمائندگی کی، نیز یہ کہ اُس دور کے متصوفانہ عناوین کے بنیادی مباحث کیا تھے اور پھر یہ عناوین بذاتِ خود کیا کیا تھے مثلاً:

۱۔ عقیدۂ توحید
۲۔ نظریۂ میثاق
۳۔ نظریۂ فنا
۴۔ نظریۂ بحالیٔ ہوش (صحو)
۵۔ معرفتِ الٰہی
۶۔ جنیدِ بغدادؒ کے پیشِ نظر مذکورۂ بالا عناوین کے تحت فلسفہ وحکمت کے عمدہ امتزاج سے کون کون سے متصوفانہ اور بالآخر متفلسفانہ مبحث و مباحث نے جنم لیا۔

حضرت جنیدِ بغداد علیہ الرحمتہ والغفران کی شخصیت پر آج تک مختصراً و رمبسوط طور پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جا چکی ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ہمارے ملک کے ماشاء اللہ فاضل نوجوان جناب حکیم مرزا صفدر بیگ صاحب مدظلہٗ کی تالیف یا تصنیف کہئے ''حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ'' بھی ہے۔

کتاب زبان وبیان نیز موضوعات کی مناسبت کے لحاظ سے حضرت

marfat.com

جنید بغدادؒ کے موضوع پر ایک اچھوتی تصنیف ہے جو کہ بذاتِ خود مصنفِ کتاب کے علمی و عملی و دینی رجحانات کی غماز ہے نیز قلبی رجحانات و احساسات کی آئینہ دار ہے۔

کتاب ہذا کے ''پیشِ لفظ'' نیز ابواب کے عنوانات سے کتاب کی اہمیت کا نہایت عمدہ طور پر احساس اُجاگر ہوتا ہے۔ کتاب بہرطور لائقِ مطالعہ ہے اور ہمیں اُمید واثق ہے کہ کتاب ہذا جلد از جلد زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر قارئین کرام کے قلبی و روحانی انجذاب نیز سکون کا باعث ہوگی۔

مصنفِ کتاب کو اللہ تعالیٰ رب العزت نے حسن صورت و حسن سیرت ہر دو سے یکساں نوازا ہے نیز سلف صالحینؒ کے طریقہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

یہ ہیچمدان! بارگاہِ اللہ ربّ العزت میں دست بدعا ہے کہ پروردگارِ عالم اپنے محبوب ﷺ کے توسّل سے مصنف کی کتاب ہذا کو شرفِ قبولیت سے نوازے، نیز ذخیرۂ عاقبت بنادے۔ آمین

مصنف کتاب ہذا کی کتب میں سے حسبِ ذیل کتب پیشتر ازیں مطبوعہ چلی آتی ہیں اور لائقِ مطالعہ ہیں۔

☆ جنسی مسائل، اپنا علاج خود کیجئے!

☆ شادی کے ابتدائی ایام

☆ حمل سے پیدائش تک

☆ پھلوں اور سبزیوں سے علاج

اور موجودہ کتاب ''حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ''

marfat.com

پیش لفظ

تصوف ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر لکھنا انتہائی مشکل اور کٹھن کام ہے۔ اس کا کچھ اندازہ تو مجھے پہلے سے تھا۔ مگر جب اس کتاب کے سلسلہ میں میں نے کام شروع کیا تو میرا اس حقیقت پر یقین اور پختہ ہو گیا کیونکہ تصوف پر اس وقت تک کچھ نہیں لکھا جا سکتا جب تک اس موضوع پر ذاتی طور پر ریسرچ نہ کی جائے۔

اہلِ تصوف کے بارے میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے!

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اور یہ بھی کہ!

تمنا دردِ دل ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہی خلوت گزینوں میں

تصوف کے بارے میں کچھ عرض کرتا چلوں۔ اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں مثلاً تصوف صوف سے بنا ہے جس کا مطلب ہے ''اُون کا

marfat.com

لباس"۔

عوارف المعارف میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ غلام کی دعوت قبول فرما لیتے تھے، سواری کے لئے آپ ﷺ گدھا استعمال فرماتے تھے اور صوف کا لباس زیبِ تن فرماتے تھے۔" اس وجہ سے بعض لوگوں نے اس لباس کی ظاہری نسبت سے صوفیاء نام رکھ دیا اور انہوں نے صوف کا لباس اس لئے اختیار کیا کہ وہ ہلکا اور ملائم ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا پہناوا رہا ہے۔ حضور ﷺ کا ایک ارشاد یہ ہے کہ

"اِنَّ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامَ کَانَ یَلْبِسُ الصُّوْفَ وَالْشَعَرْ"

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام صوف اور بالوں کا لباس پہنا کرتے تھے۔"

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر ایسے اصحابِ بدر کو دیکھا ہے جو صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے۔

تصوف کی دوسری وجہ شہرت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان حضرات کو صوفیاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی علو ہمت اور اس سے دلی تعلق رکھنے اور اس کے سامنے اپنی باطنی اسرار پیش کرنے کے باعث "صفِ اوّل" میں ہیں۔ اس سے صوفی اور پھر تصوف بنا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ صوفیاء، صُفّہ سے بنا ہے جو رسولِ اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں غریب اور نادار مہاجرین کے رہنے کے لئے ایک چبوترہ تھا۔ ان حضرات کو اصحابِ صُفّہ کہتے تھے۔

marfat.com

بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ تصوف یا صوفی، صفا سے نکلتا ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے نفسوں کو ہر چیز (اس کی خواہشات وغیرہ) سے صفا یعنی پاک کر لیتے ہیں اس لئے انہیں اصحابِ صفا یا صوفی کہتے ہیں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں ہمیں بظاہر شریعت اور طریقت (تصوف) میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی دور کی کتب کے اندر شرعی اور طریقت کے مسائل و فضائل کو ایک ہی جگہ یکجا کر کے بیان کیا گیا ہے۔ دوسری صدی ہجری کے آخری نصف حصہ میں تصوف کے موضوع پر باقاعدہ الگ سے مسائل و فضائل اور تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس بارے میں ہمیں حضرت جنید بغدادیؒ کی ہی شخصیت نظر آتی ہے جنہوں نے اس موضوع کے باقاعدہ قواعد و ضوابط مرتب کئے اور اس سلسلے میں باقاعدہ تصانیف مرتب کیں۔ ہمارا موضوع اسی شخصیت کی حیاتِ مبارکہ کو قلم بند کرنا اور ان کی تعلیمات و نظریات کو بیان کرنا ہے۔

اس سلسلہ میں چند لوگوں کا شکریہ نہ ادا کرنا میرے نزدیک قرینِ انصاف نہیں ہو گا کہ ان کی دلچسپی اور کوششوں سے اس کتاب کو عملی جامہ پہنانے میں مدد ملی۔ سب سے پہلے تو میں اپنے نہایت عزیز دوست و محبی چودھری عمران اصغر کا مشکور ہوں جس نے اس پر نظرِ ثانی کی اور بہت سی عربی عبارات کی تصحیح میں نا صرف مدد کی بلکہ ساتھ ساتھ مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ اس کے علاوہ محمد عمران جس نے کتاب کے کچھ نوٹ میرے بیان کرنے پر تحریر کئے اور اس کے علاوہ نامور آرٹسٹ اور مقبول شاعر جناب محترم عزیز دہلوی صاحب جنہوں نے حضرت جنید بغدادیؒ کی تصنیف معالی اللہم

marfat.com

شیخ المشائخ امام الائمہ شریعت ابو القاسم جنید بن محمد جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو القاسم، لقب سید الطائفہ، طاؤس العلماء، قواریری اور زجاج ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد ایران کے صوبہ جبال کے شہر نہاوند کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسے سَن ۱۷ اور ۲۱ ہجری کے درمیانی عرصہ میں فتح کیا گیا۔ یہ شہر فتح سے قبل ایک بہت بڑا خزانہ رکھنے کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ ایرانی مصنفین کے مطابق نہاوند ایک خوبصورت شہر تھا۔ اور ایران کا سرد ترین مقام تھا۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپکا خاندان کب وہاں منتقل ہوا۔

حضرت جنید کے والد قواریری کہلاتے تھے۔ قواریری کا مطلب ہے شیشہ گر۔ آپ کے ماموں حضرت سری سقطیؒ ایک بہت مشہور بزرگ تھے۔ سری آپ کا نام تھا اور سقطی کا مطلب ہے مسالہ فروش۔ آپ مسالے کے سوداگر تھے۔

حضرت جنید بغدادی خزاز کے نام سے پکارے جاتے تھے جس کے معنی ہیں خام ریشم کا سوداگر۔ چونکہ آپ کا خاندان سوداگری کرتا تھا اس لئے آپ کی پرورش سوداگری کے ماحول میں ہوئی۔ آپ کے بچپن کے بہت کم واقعات ملتے ہیں۔ صرف اس قدر معلومات ملتی ہیں کہ آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تو آپ کے ماموں حضرت سری سقطی

marfat.com

آپ کو اپنے گھر لے گئے اور آپ کی پرورش کی۔

ولادت

آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اختلافی طور پر آپ کی تاریخ پیدائش سن ۲۱۵ ھ بیان کی جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ کے حالات زندگی کے سلسلہ میں آگے آئے گا کہ آپ نے سوداگری کے ساتھ ساتھ ابوثور سے فقہ اور حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی تھی اور ابوثور کی وفات ۲۴۰ھ بیان کی جاتی ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت جنید نے ان کے ہاں تعلیم شروع کی تو ان کی عمر بیس سال تھی۔ اور یہ تعلیم وتربیت عموماً تین سے پانچ سال کی ہوتی تھی اس لئے زیادہ قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ اس بنا پر آپ کی تاریخ ۲۱۵ھ بنتی ہے۔

marfat.com

تعلیم و تربیت

حضرت جنید بغدادیؒ تیسری صدی ہجری میں اس وقت پیدا ہوئے جب اسلامی علوم نقطہ عروج پر تھے۔ اس صدی کے آغاز میں بعض انتہا پسند رجحانات سیاسی تحریکوں کی صورت میں نمودار ہو چکے تھے۔ جنھوں نے ۲۶۴ھ میں بغاوت کا علم بلند کیا تھا۔ اسی دور میں قرامطہ کی مذہبی اور طبقاتی مساواتی بغاوت کا حوالہ بھی ملتا ہے۔ جو ۲۷۸ھ میں واقع ہوئی۔

مذہب ہی کے دائرے میں ایک جدید تحریک سامنے آئی، وہ تھی بغداد کا مدرسۂ تصوف۔ اس مدرسے کے لوگ لبریزی، خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور فصاحت و بلاغت کے کلمات کا بالکل نئے، انوکھے اور غیر مانوس طریقے پر استعمال کرتے تھے۔ بغدادی مدرسۂ تصوف کے افکار دوسرے صوفی مدارس سے بہت مختلف تھے اور خاص طور پر خراسانی مدرسۂ تصوف سے ان کے اختلاف تھے۔ اس مدرسے نے خدا اور انسان کے بارے میں ازسرِ نو بحث و استفسار کا دروازہ کھولا، ذاتی تجربے کو بہت اہمیت دی اور اس روایتی تصور کی چولیں ہلا کر رکھ دیں جو اس وقت تک مسلمہ سمجھا جاتا تھا۔ روایتی تصورات کو متزلزل کرنے کیساتھ ساتھ اس نے اسلامی روایات کو بھی ایک نئی زندگی اور ایک نیا آہنگ عطا کیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے ابتدائی تعلیم فقہ اور حدیث اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے حاصل کی۔ حضرت سری سقطیؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے توحید کا پیغام تصوف کے ذریعے عام

marfat.com

کیا۔ آپ زہد و عبادت، بلندیٔ فکر اور توحید میں یکتا تھے اور اپنے زمانہ کے جیّد ترین صوفی تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بھانجے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جب ابتدائی تعلیم مکمل کر چکے تو آپ نے حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا کہ اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت جنیدؒ نے جواب دیا ''حارث المحاسبی کی مجلس میں''۔

حضرت سری سقطیؒ نے جواب دیا کہ ہاں جاؤ اور اس سے تعلیم و تربیت حاصل کرو۔ لیکن اس کی نظری بحث و استدلال اور معتزلہ کے معاملے میں جرح و تردید سے ذرا آگاہ رہنا۔ حضرت جنید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''خدا کرے تم ایک صوفی محدث بنو، نہ کہ محدث صوفی،،۔ حضرت ابوعبداللہ الحارث المحاسبی حضرت سری سقطیؒ کے گہرے دوستوں میں شمار ہوتے تھے اور ان کا حضرت سری سقطیؒ کی مجلس میں آنا جانا تھا۔ اس لئے حضرت جنید نے ان سے تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

محاسبی عرفان کی اس بلندی پر تھے کہ حضرت سقطیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب میری نظریں عرش تک پہنچتی ہیں تو اس کی بلندی دیکھ کر اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ محاسبی کس بلندی پر ہیں''۔

ایک مرتبہ محاسبی کے ایک دوست امیر حمزہ بغدادی محاسبی کے گھر آئے۔ محاسبیؒ نے ایک پرندہ پال رکھا تھا جو سریلی آواز میں گانے لگتا تھا۔ حسبِ معمول پرندے نے ایک اجنبی کو دیکھ کر نہایت خوش الحانی سے گانا شروع کر دیا۔ پرندے کی سریلی آواز حمزہ کے دل کو اس قدر بھائی کہ وہ پکار

marfat.com

اٹھے ''واللہ یہ تو خدا ہے''۔ محاسبیؒ نے یہ سنا تو غصے میں کھول اٹھے اور سخت طیش کے عالم میں خنجر لے کر امیر حمزہ کے پیچھے دوڑے۔ ساتھ ساتھ یہ کہتے بھی جا رہے تھے کہ ''حمزہ اگر تو نے اپنے الفاظ واپس نہ لئے تو آج مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ میں تمہیں قتل کر دوں گا''۔ حمزہ نے یہ سن کر معذرت خواہانہ انداز میں کہا ''حضرت اگرچہ میرے عقائد و نظریات اتنے ضعیف نہیں ہیں لیکن پھر بھی میری بات بدعقیدہ لوگوں کی طرح بن گئی میں شرمسار ہوں اور اپنے کہے ہوئے الفاظ واپس لیتا ہوں''۔ یہ سن کر محاسبیؒ نرم پڑ گئے اور کہا ''خدا کی قسم حمزہ بے شک تو عقائد میں پختہ ہے اور مجھے اس پر یقین ہے لیکن تو نے بات ہی ایسی کی کہ میں ضبط نہ کر سکا۔ مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے اور ایسے نظریات سے سخت چڑ ہے جو ایسی لغویات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا پرندوں میں حلول کر جاتا ہے۔ میں ان احمقوں سے پوچھتا ہوں اگر ایک معمولی پرندہ عام سے سُر میں کوئی آواز نکال لیتا ہے تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی آواز نکل رہی ہے۔ نادانوں! خدا تو ناقابلِ تسخیر قوت ہے وہ بھلا کیوں مجسم ہوگا''۔ اس واقعہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کس پائے کے صاحبِ علم اور پابندِ شرح تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ اس سلسلہ میں طبقات میں فرماتے ہیں کہ ''میں نے فقہ کی تعلیم ابو عبیدہؒ اور ابو ثورؒ جیسے اساتذہ حدیث کے مسلک کے مطابق حاصل کی اور بعد ازاں میں نے حارث المحاسبیؒ اور سری بن مغلسؒ جیسے صوفیاء کی صحبت اختیار کی اور یہی میری کامیابی کا راز بنی۔ اس لئے کہ ہمارا علم ہمیشہ قرآن اور حدیث کے ضابطے کے اندر رہنا چاہئے۔ جس شخص نے قرآن

marfat.com

نہیں پڑھا یا حفظ نہیں کیا اور نہ حدیث باقاعدہ طور پر پڑھی ہے اور تصوف کا رخ کرنے سے پہلے فقہ کا علم بھی حاصل نہیں کیا وہ ایک ایسا شخص ہے جسے رہنمائی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے"۔

معروف تاریخی مصنف جناب خان آصف لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت شیخ حارث محاسبیؒ سے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ مگر اس بات سے قطع نظر ہمیں پیچھے درج شدہ حالات سے یہ پتا چلتا ہے کہ آپ نے حضرت محاسبیؒ سے فقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابنِ خلکان نے لکھا ہے "جنید نے فقہ ابوثورؒ سے پڑھی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے سلیمان الثوری سے عقائد اخذ کیے اور قاضی ابن سریجؒ ان کے دوست تھے۔ ابوثور ابراہیم خالد الکلبی البغدادیؒ جن کی وفات ۲۴۰ ہجری میں ہوئی اپنے وقت کے ممتاز قاضی اور فقیہ تھے اور ابتدا میں عراقی مکتبہء فکر کے پیرو کار تھے۔ یہ مکتبہء فکر حجازی محدثین کے مکتبہ فکر سے مختلف تھا۔ اس مکتبہ فکر کے افراد تجزیہ میں زیادہ آزاد اور بیرون ملک کی قانونی روایات سے زیادہ آگاہ تھے۔ وہ نئے نئے مسائل اکٹھے کر کے یہ ظاہر کرتے تھے کہ ان کے مکتبہ فکر میں نظائر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ امام شافعیؒ کے بغداد میں آنے کے بعد ابوثور نے ان سے متاثر ہو کر عراقی مکتبہ فکر کو خیر باد کہہ کر محدثین کا مکتبہ فکر اختیار کیا۔ حضرت جنیدؒ جب ابوثور کے پاس آئے تو آپ کی عمر صرف بیس (۲۰) سال تھی۔ سوانح نگاروں نے حضرت جنیدؒ کو ثوری کا لقب دیا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ نسبت ان کے استاد ابوثور کی جانب ہے۔ جب کہ بعض کے

marfat.com

کے ایک اور رفیق فقہیہ ابن سریج شافعی المذہب تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غور و فکر اور قانون میں بحث و مناظرہ کا سبق سب سے پہلے انھوں نے ہی دیا اور تیسری صدی میں تین شخصیات اپنے اپنے دائرہ کار میں ممتاز و منفرد تھیں۔ قانون میں ابنِ سُریج، الٰہیات میں اشعری اور حدیث میں نسائی۔

marfat.com

علمِ تصوف

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت جنید بغدادی نے حارث محاسبیؒ سے فقہی تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت محاسبیؒ ایک پائے کے صوفی بھی تھے۔ انہوں نے حضرت حسن بصریؒ سے ملاقات کی اور ان کی مجالس میں شرکت فرماتے رہے۔ اس لحاظ سے آپ تبع تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ حرام کے بارے میں اس قدر محتاط تھے کہ اگر اتفاق سے آپ کے ہاتھ میں کوئی حرام لقمہ آ جائے تو انگلیوں کی ایک مخصوص رگ بے اختیار پھڑکنے لگتی اور آپ فوراً ہاتھ روک لیتے۔ علمِ تصوف میں حضرت سری سقطیؒ کو کمال حاصل تھا اور حضرت جنیدؒ آپ ہی کے پاس رہتے تھے۔ حضرت سری سقطیؒ ایک تاجر تھے اور مسالے وغیرہ کا کاروبار کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار بازار میں آگ لگ گئی۔ کسی نے آ کر بتایا کہ آپ کی دوکان جل گئی ہے تو آپ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ ''اچھا ہوا اس کی نگرانی سے جان چھوٹ گئی''۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آس پاس کی دوکانیں تو جل گئی ہیں مگر آپ کی دوکان محفوظ ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے تمام مال و متاع غربا و مساکین میں بانٹ دیا اور خود تصوف کی ترویج میں منہمک ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا عبادت گزار اور کوئی نہیں دیکھا۔ اپنی تمام عمر میں سوائے مرض الموت کے وہ گویا یہ جانتے ہی نہیں تھے کہ سونا اور آرام کرنا کیا چیز ہے۔ آپ نے

marfat.com

قریباً ۹۸ سال عمر پائی اور آپ کی وفات تقریباً ۲۵۲ھ میں بیان کی جاتی ہے۔ آپ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب آپ کا نام حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے لیا گیا تو انھوں نے فرمایا ''اچھا وہ بزرگ جو غذا کے بارے میں اتنے محتاط اور با اصول بتائے جاتے ہیں''۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت جنیدؒ کے علاوہ النوری، ابنِ مسروق الطّوسی، محمد ابنِ فضل السقطی، ابراہیم المخزومی اور العباس الشکلی شامل ہیں۔

حضرت سری سقطیؒ حضرت جنیدؒ کو عموماً مباحثے کی شکل میں تعلیم دیتے تھے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت سقطیؒ چاہتے کہ میں ان سے کچھ علم اخذ کروں تو وہ مجھ پر سوالات کرتے تھے۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی واقعہ سنایئے جس سے عشق کی سچائی کا اظہار ہوتا ہو۔ حضرت سری سقطیؒ نے کاغذ پر کچھ تحریر کیا اور حضرت جنیدؒ سے فرمایا کہ اسے پڑھ لینا یہ تمہارے لئے سات سو قصّوں سے بہتر ہے۔ حضرت جنیدؒ نے تنہائی میں جب اس کاغذ کو کھولا تو عربی میں تین اشعار درج تھے۔

''جب میں نے محبت کا دعویٰ کیا تو وہ بولی کہ تم جھوٹے ہو''۔

''اگر تمہیں محبت ہے تو تمہارے ہاتھ پاؤں اتنے درست کیوں نظر آرہے ہیں؟''

''یاد رکھو کہ محبت اس وقت تک نہیں ہوتی کہ جب تک پیٹ کمر سے نہ لگ جائے''۔

''اور تم اتنے کمزور ہو جاؤ کہ کوئی تمہیں پکارے تو جواب نہ دے

marfat.com

سکو"۔

"اس قدر گھل جاؤ کہ گوشۂ چشم کے سوا کچھ باقی نہ رہے جس سے تم آنسو بہاؤ اور عاجزی کرو"۔

یہ اشعار پڑھ کر حضرت جنیدؒ پر گریہ طاری ہو گیا۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں حضرت سریؒ نے ایک دن مجھ سے سوال کیا محبت کیا ہے تو میں نے جواب دیا" کچھ لوگ کہتے ہیں کہ محبت جذبہ و احساس کے ایک ہو جانے کا نام ہے، بعض کے نزدیک محبت نام ہے دوسرے کو اپنی ذات پر ترجیح دینے کا اور کچھ لوگ اسے ایک بالکل الگ چیز بتاتے ہیں۔ اس پر حضرت سریؒ نے اپنے بازو کے چمڑے کی چٹکی بھری جو ان کی ہڈیوں پر اتنا کسا ہوا اور خشک تھا کہ وہ اسے کھینچ نہ سکے اور کہنے لگے" خدا کی قسم اگر میں یہ کہوں کہ میرا چمڑا خدا تعالیٰ کی محبت میں میری ہڈیوں پر سُوکھ گیا ہے تو یہ بات غلط نہ ہو گی۔

ایک دن حضرت جنیدؒ، حضرت سری سقطیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہیں دیکھتے ہی حضرت سریؒ نے فرمایا" آؤ بیٹا! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" حضرت جنیدؒ نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا" شیخ! میں حاضر ہوں حکم دیجئے"۔

بھانجے کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر حضرت سری سقطیؒ کے چہرۂ مبارک پر ایک عجیب سا رنگ اُبھر آیا۔ نہایت والہانہ انداز میں فرمایا" میرا ایک کام کر دو۔"

حضرت جنیدؒ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ وہ کام کر کے واپس آ

marfat.com

گئے۔ حضرت سریؒ نے اپنے پیرہن کی جیب سے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ نکالا اور بھانجے کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا "جنید تم نے میرا کام بہت مہارت اور تیزی کے ساتھ مکمل کیا ہے اس لئے یہ تمہارا انعام ہے۔"

حضرت جنیدؒ نے وہ کاغذ لے لیا اور اسے کھول کر پڑھنے لگے۔ کاغذ پر تحریر تھا......

میں نے صحرا میں ایک شتربان کو دیکھا جو نہایت پُرسوز آواز میں یہ اشعار گارہا تھا!

"میں روتا ہوں اور جانتے بھی ہو کہ میں کیوں روتا ہوں
اس خوف سے روتا ہوں کہ کہیں تو مجھے فراق میں مبتلا نہ کردے
اور میری امیدیں قطع کر کے مجھے تنہا نہ چھوڑ دے"

نصیحت کا یہ عجیب انداز جس سے متاثر ہو کر حضرت جنیدؒ بھی رونے لگے اور پھر اپنے محترم ماموں سے لپٹ کر عرض کرنے لگے۔

"اگر یہ کلام میرے لئے ہے تو بس اتنا سمجھ لیجئے کہ میں اس در کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔"

بھانجے کا جواب سن کر حضرت سقطیؒ کے چہرۂ مبارک پر مسرت و شادمانی کا غیر معمولی رنگ اُبھر آیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی فرمانبرداری نے شروع ہی سے حضرت سری سقطیؒ کی نظروں میں اہمیت اختیار کر لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حضرت جنیدؒ کی کسی بات کو نہیں ٹالتے تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ بچپن ہی سے غور و فکر کے

پاس آیا تو انہیں معمول سے کچھ مختلف پایا۔ میں نے پوچھا ''یا حضرت کیا ماجرا ہے؟''

کہنے لگے ''ایک نوجوان میرے پاس آیا اور توبہ کے متعلق استفسار کرنے لگا۔ میں نے اسے جواب دیا، توبہ کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنے گناہ بھول جاؤ۔ نوجوان کہنے لگا لیکن توبہ کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ انسان اپنے گناہوں کو بھلا دے۔''

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سریؒ سے کہا ''جو اس نوجوان نے کہا وہی میرا بھی خیال ہے۔''

حضرت سریؒ نے دریافت کیا وہ کیسے؟

میں نے کہا ''اس لئے کہ جب ایک دفعہ انسان کا تعلق اپنے ربّ کے ساتھ خراب ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اسے وہ بلند مقام پھر سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا تعلق خدا سے پھر استوار ہو جاتا ہے تو اس وقت اپنی پہلی حالت کا خیال دل میں لانا اچھا نہیں۔'' حضرت سریؒ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سقطیؒ کے پاس ایک نوجوان حاضر ہوا اور رو رو کر عرض کرنے لگا ''حضرت مجھ سے ایک گناہِ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔ اب مجھے کسی پل چین نہیں آتا، خدا کے حضور معافی مانگتا ہوں، گڑگڑاتا ہوں لیکن دل مطمئن نہیں ہوتا۔ نہ جانے میری توبہ قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ آپ مجھے توبہ کی حقیقت سے آگاہ کریں۔''

حضرت سقطیؒ نے غور سے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور کہا

marfat.com

''نوجوان توبہ کا یہ مطلب تو نہیں کہ تو اپنے گناہ ہی بھول جائے۔''

یہ سن کر نوجوان بیچارگی سے مزید رونے لگا اور آنسوؤں سے لبریز اپنی آنکھیں اُٹھا کر بولا ''گویا میں گناہ کر کے ایک دلدل میں اُتر گیا ہوں۔ میرا اس میں سے نکلنا دشوار ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگا حضرت سقطیؒ اسے خاموشی سے دیکھتے جا رہے تھے۔ نوجوان نے اپنا آنسوؤں سے بھرا ہوا چہرہ اٹھا کر لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا ''شیخ! لیکن میں نے تو توبہ کا مطلب یہ سنا ہے کہ آدمی اپنے گناہ بھلا دے، کیا یہ درست نہیں؟''

حضرت سقطیؒ کے ساتھ نوجوان کی اس بحث کے دوران حضرت جنیدؒ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ بڑی توجہ سے اس نوجوان اور حضرت سقطیؒ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ جب نوجوان نے یہ پوچھا تو حضرت سقطیؒ کے جواب دینے سے پہلے آپ بول پڑے.....

''نوجوان تو نے سچ ہی سنا ہے۔ توبہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ انسان اپنے گناہ بھلا دے۔'' آپ کی یہ بات سن کر حضرت سقطیؒ نے غصے کے عالم میں جنید کی طرف دیکھا۔ حضرت جنیدؒ نے آپ کی نظروں کا مفہوم سمجھ لیا اور سر جھکا کر ادب سے بولے ''شیخ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بات برحق ہے کہ اگر ایک انسان کا اللہ سے تعلق خراب ہو جائے اور پھر انسان توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے پروردگار کو منا لے اور اس کا دل مطمئن ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسکا تعلق دوبارہ استوار ہو گیا ہے۔ تو ایسے میں اپنے پرانے خیالات کو بھلا دینا ہی بہتر ہے۔

marfat.com

حضرت سقطیؒ نے آپ کی وضاحت سنی تو سر جھکا کر اعتراف کر لیا اور کہا "جنید میرے بیٹے تو نے سچ کہا"۔

حضرت سری سقطیؒ حضرت جنیدؒ کے بلند مرتبہ سے یقیناً آگاہ ہو چکے تھے۔ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرت سقطیؒ سے پوچھا گیا کہ "کیا مرید کا مرتبہ اس کے مرشد روحانی سے بلند ہو سکتا ہے؟" تو آپ نے جواب دیا ہاں اور اس کا واضح ثبوت بھی موجود ہے، جنید کا مرتبہ مجھ سے بلند ہے۔

ایک دن حضرت جنیدؒ حضرت سقطیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک عجیب منظر نظر آیا۔ ایک شخص خانقاہ میں بیہوش پڑا تھا اور حضرت سقطیؒ اس کے قریب حیران و پریشان بیٹھے تھے۔ حضرت جنید نے فکرمندانہ لہجہ میں عرض کیا!

"اس شخص کو کیا ہوا ہے کہ یہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے؟"

حضرت سقطیؒ نے فرمایا "میں نے اس کے سامنے قرآنِ حکیم کی ایک آیت تلاوت کی تھی جسے سنتے ہی یہ بیہوش ہو گیا۔"

حضرت جنید نے عرض کیا "آپ وہی آیت دوبارہ تلاوت کیجئے، یہ شخص ہوش میں آ جائے گا۔"

حضرت سقطیؒ نے اپنے بھانجے کی طرف دیکھا۔ پھر بآوازِ بلند وہی آیت مقدسہ تلاوت کی۔ چند لمحوں بعد وہ شخص ہوش میں آ گیا۔

حضرت سقطیؒ کو اس بات پر تعجب ہوا مگر آپ اجنبی کی موجودگی میں خاموش رہے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے حضرت جنید سے پوچھا!

marfat.com

''تمہیں یہ تدبیر کیسے معلوم ہوئی؟''

حضرت جنید نے بصد احترام عرض کیا۔ ''حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن مبارک سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی چلی گئی تھی اور پھر اسی قمیص سے آپ کی آنکھوں کی روشنی بحال ہوگئی تھی۔'' حضرت سری سقطیؒ کو حضرت جنید کا یہ جواب بہت پسند آیا۔

حضرت جنیدؒ معرفت کے اس درجے پر پہنچ گئے تھے کہ آپ کے استاد گرامی اور شیخ حضرت سری سقطیؒ بھی بعض مسائل میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور حضرت جنید کی رائے کو اپنی رائے سے افضل قرار دیا کرتے تھے۔ جب حضرت سریؒ کا انتقال ہونے والا تھا تو حضرت جنید نے ان سے کہا ''یا شیخ جب آپ اس دنیا سے چلے گئے تو مجھے آپ کا کوئی مثیل اس دنیا میں کہیں نظر نہیں آئے گا۔''

حضرت سریؒ نے جواب دیا ''لیکن تم جیسا بامروت اور کریم النفس بھی اس دنیا میں کہیں نہیں ملے گا۔''

اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت سری سقطیؒ کی نظر میں حضرت جنید کی کیا حیثیت اور مقام تھا۔

حضرت جنیدؒ بیان کرتے ہیں کہ شروع میں میرا یہ خیال تھا کہ جب تک حضرت سری سقطیؒ زندہ ہیں میں وعظ و ارشاد کی مسند پر نہیں بیٹھوں گا۔ حضرت جنید بغدادی کا یہ حال تھا کہ انسانی مجمع میں بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے لیکن ایک رات انہیں خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اے جنید لوگوں کو کچھ بتاؤ۔ اس

marfat.com

لئے کہ خدا نے تمہیں ایک نعمت خاص بخشی ہے اور خدا نے تمہاری زبان کو ایک خلق کی نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔"

صبح حضرت سریؒ نے آپ کو پیغام بھیجا کہ "جب تمہیں کہا جاتا تھا کہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو تو تم اس درخواست کو خاطر میں نہ لاتے تھے لیکن اب جبکہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے تو اس سے روگردانی نہ کرنا بلکہ اس کی تعمیل کرنا۔"

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے محسوس کیا کہ حضرت سریؒ میرے تمام ظاہری و باطنی حالات و خیالات سے آگاہ رہتے ہیں۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کو میرے اس خواب کا علم کیسے ہوا؟ حضرت سریؒ نے فرمایا "میں نے خواب میں خدا تعالیٰ کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ میں نے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے کہ وہ جنید کو وعظ و ارشاد کا حکم دیں۔"

دوسرے دن حضرت جنیدؒ جامع مسجد میں حاضر ہوئے۔ نماز ادا کرنے کے بعد حاضرین مسجد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "اے اہل ایمان میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

حضرت جنید کی بات سن کر حاضرین مجلس نے عرض کیا "اے جنید ہم تو کافی عرصہ سے آپ کی بات سننے کے لئے تیار ہیں مگر آپ کچھ بیان ہی نہیں کرتے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کی گفتگو بڑی پُراثر ہو گی اور اس سے بہت سے سوئے ہوئے ذہن جاگ اٹھیں گے اور بہت سے مردہ دل زندہ ہو جائیں گے۔"

marfat.com

اس بات کو سن کر حضرت جنیدؒ نے اپنے رب کی بڑائی کو بیان کیا اور اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں عقیدت و جذبات کا اظہار کیا۔ پھر آپ نے فقر کے موضوع پر اس قدر پُر اثر انداز میں تقریر کی کہ لوگ آپ کے پُرسوز لہجے کو سن کر شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر مسجد کے فرش پر تڑپنے لگے۔

حضرت سری سقطیؒ نے اپنی کوئی تحریر پیچھے نہیں چھوڑی اور آپ کے اقوال کا بہت سا حصہ حضرت جنیدؒ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ حضرت جنیدؒ پر حضرت سریؒ کا بہت گہرا اثر تھا یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت جنیدؒ کے بغیر حضرت سریؒ کی اہمیت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے۔ حضرت جنیدؒ نے تصوف کا باقاعدہ نظام مرتب کیا اور اسے تحریری طور پر پیش کیا۔ حضرت سریؒ تصوف کے مسائل و بحثیں زبانی طور پر بیان کرتے تھے اور آپ کے بعد حضرت جنیدؒ نے اسی بنیاد پر مدرسۂ تصوف کی بنیاد رکھی۔ آپ کا اصل موضوع توحید تھا۔ اسی لئے اس سے منسلک افراد کو اربابِ توحید کا لقب دیا جاتا ہے۔ حضرت سریؒ نے اپنے زمانہ کے ممتاز محدثین الفضیل، ہُشیم، ابن عیّاش، یزید بن ہارون، سفیان بن عُیَینہ اور دوسرے لوگوں سے حدیث سنی تھی۔ اسی وجہ سے ان کے تصوف کی بنیاد مدرسی تعلیم پر تھی۔

marfat.com

حضرت معروف کرخیؒ

ابو محفوظ معروف ابن فیروز الکرخیؒ حضرت سری سقطیؒ کے شیخ تھے اور ان کا شمار حضرت جنیدؒ کے دوسرے استاد میں ہوتا ہے۔ حضرت سری کہا کرتے تھے کہ ''مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے سب معروف کی صحبت کا فیض ہے۔''

حضرت معروف کرخیؒ ایرانی نژاد تھے۔ آپ حضرت علی بن موسیٰ رضا کے غلام تھے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ آپ پہلے غیر مسلم تھے اور آپ نے حضرت علی بن موسیٰ رضاؒ کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا اور ان کو بہت عزیز تھے۔ حضرت معروفؒ، ہارون الرشید کے عہد میں بغداد کے محلّہ کرخ میں رہتے تھے اس لئے کرخی مشہور ہوئے۔

حضرت معروف کرخیؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دوست نے ان سے پوچھا ''کس چیز نے آپ کو خدا کی عبادت میں یوں محو کر دیا ہے اور مشاغل دنیا سے کنارہ کش ہو جانے پر آمادہ کیا ہے؟'' حضرت معروف کرخیؒ خاموش رہے۔ دوست نے پھر سوال کیا۔ ''کیا موت کے خیال نے؟''

آپ نے جواب دیا ''نہیں موت کیا چیز ہے۔''

دوست نے پوچھا ''تو پھر قبر کے خیال نے؟''

آپ نے جواب دیا ''نہیں قبر کیا چیز ہے۔''

دوست نے پوچھا ''تو پھر شاید جہنم کے خوف اور جنت کی خواہش

marfat.com

نے؟"

آپ نے فرمایا "ان میں سے کوئی بھی چیز ہو وہ بہرصورت خدا کے قبضہء قدرت میں ہے۔ جب تم اس سے محبت کرنے لگو تو وہ تمہیں ان تمام چیزوں کا خیال بھلا دیتا ہے۔ جب تم خود اس سے متعارف اور شناسا ہو جاؤ تو وہ تمہیں ان چیزوں کی فکر سے بچا لیتا ہے۔"

اس زمانہ کے مختلف مشائخ تصوف کی تعلیمات اور اقوال کو اگر دیکھا جائے تو حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کی شخصیتوں کے درمیان ایک قریبی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ ان سب کا اہم عنصر براہِ راست عرفانِ الٰہی اور حقیقت خداوندی اور توحید کی معرفت ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ حضرت داؤد انطائیؒ کے ہم جلیس تھے۔ حضرت داؤد انطائیؒ نے حبیب العجمیؒ سے اکتساب کیا تھا اور حبیب العجمیؒ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے اور حضرت حضرت حسن بصریؒ نے امیر المومنین خلیفۂ چہارم حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے اخذِ فیض کیا تھا۔ مگر اس سلسلۂ تصوف کو اکثر مؤرخین معتبر خیال نہیں کرتے۔ خاص طور پر اس لئے کہ جب حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضرت حسن بصریؒ اس وقت کمسن تھے۔ بعض مؤرخین اس سلسلۂ تصوف کو یوں بیان کرتے ہیں کہ "حضرت جنید بغدادیؒ سے جعفر الخلدی نے تصوف کی تعلیم حاصل کی، حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت سری سقطیؒ سے، انہوں نے معروف کرخیؒ سے، انہوں نے فرقد السنجیؒ سے، انہوں نے حسن بصریؒ سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے علم تصوف حاصل کیا۔ اس سلسلۂ تصوف کو ابو اسحاق نے

marfat.com

روایت کیا ہے۔ اس سلسلۂ تصوف میں ابو یعقوف فرقد الشنجیؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ، سعید بن جبیرؓ اور بعض دوسرے تابعین سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا تھا اور کچھ احادیث بھی روایت کی تھیں لیکن آئمہ حدیث نے ان کی روایات کو قبول نہیں کیا ہے۔ یہ پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ مگر تاریخی اعتبار سے اس سلسلۂ تصوف کو بھی قابل قبول نہیں سمجھا جاتا۔ اس لئے کہ ان کا انتقال حضرت معروف کرخیؒ سے ستر (۷۰) سال پہلے ہوا تھا۔

ابو جعفر محمد ابن علی القصابؒ

قصابؒ کو بھی حضرت جنید بغدادیؒ کے اساتذہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ عراقی صوفیاء کے شیخ تھے۔ کشف المحجوب میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

> ''تمام ہدایت والوں کے جمال ابوالعباس احمد بن محمد القصابؒ ہیں، جنہوں نے ماوراالنہر کے پہلے لوگوں کو پایا تھا اور ان کی صحبت میں رہے تھے۔ صدقِ فراست، علوِ حال، کثرتِ برہان اور زاہد و کرامت میں یکتا تھے۔ ابوعبداللہ خیاطیؒ جو طبرستان کے امام تھے۔ کہتے ہیں کہ افضال خدائے عزوجل سے کون ایسا ہے کہ جس کو بے تعلیم کے ایسا ہوا اگر ہم کو اصولِ دین اور دقائق توحید میں کوئی بات مشکل معلوم ہو تو اس سے دریافت کریں۔ پس وہ شخص ابوالعباس

marfat.com

قصاب ہے، وہ اُمّی تھے لیکن کلام ان کا عالی اور نکتے لطیف تھے۔ آپ علم تصوف اور اصول میں ابتداء اور انتہا میں عالی حال اور نیک سیرت اور میں نے ان کی حکایتیں بہت سنی ہیں..... کہتے ہیں کہ ایک لڑکے نے اونٹ کی مہار پکڑی تھی اور بارِگراں کے ساتھ بازار جاتا تھا اور اس جگہ ہمیشہ کیچڑ ہوتی تھی۔ پس اونٹ کا پاؤں اس جگہ سے پھسل گیا اور وہ گر پڑا اور ہڈی اس کی ٹوٹ گئی تو لوگوں نے ارادہ کیا کہ اونٹ کے بوجھ کو اس کی پیٹھ سے نیچے اتار لیں۔ پس لڑکا خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اٹھا کر فریاد کرتا تھا اور روتا تھا اور یہ اس کے پاس گئے کہ کیا ہوا ہے تو لوگوں نے کہا کہ اونٹ کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ انہوں نے اونٹ کی باگ پکڑی اور آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا ''اے خدائے تعالیٰ اس اونٹ کے پاؤں کو درست کر اور اگر تو درست نہ کرنا چاہے گا تو ایک قصاب کے دل کو ایک لڑکے رونے سے تو نے کیوں جلایا ہے۔ اسی وقت اُونٹ اٹھا اور زمین پر چلنا شروع کر دیا۔'' (کشف المحجوب)

حضرت جنید بغدادیؒ انہیں اپنا اصلی پیرومرشد بتاتے تھے اور کہا کرتے تھے ''لوگ زیادہ تر میرا تعلق سری سقطیؒ سے قائم کرتے ہیں حالانکہ میرے اصل مرشد محمد القصابؒ تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ سے ایسے خاص اسرار و رموز حاصل کیے جو صرف عارفوں کے لئے ہی مخصوص ہوتے

marfat.com

ہیں۔ انہوں نے دوسو پچھتر ہجری (۲۷۵ھ) میں وفات پائی۔

ابن الکرنبیؒ

ابو جعفر الکرنبی البغدادیؒ کا شمار جنید بغدادیؒ کے ایک اور استاد میں ہوتا ہے۔ بغدادی مکتبہء فکر کے بہت سے زاہد و مرتاض لوگوں پر آپ کا اثر تھا۔ آپ بغداد میں اپنے پیوند لگے لباس کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ مرنے سے پہلے آپ نے اپنا خرقہ اپنے ایک دوست کو مرحمت فرمانے کی وصیت کی۔ اس دوست نے دیکھا کہ اس خرقہ میں اتنے پیوند لگے ہوئے تھے کہ صرف اس کی آستین کا وزن چھ سے سات سیر کے قریب تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے ان کے بہت سے اقوال اور حکایات بیان کی ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب ابن الکرنبیؒ کی وفات کا وقت آیا تو میں ان کے سرہانے بیٹھا ہوا آسمان کی طرف گھور کر دیکھ رہا تھا۔ ابن الکرنبیؒ نے کہا ''بہت دور دیکھ رہے ہو'' اس پر میں نے اپنی نظریں نیچے زمین کی طرف کر لیں۔ ابن الکرنبیؒ نے وہی الفاظ دہرائے ''بہت دور دیکھ رہے ہو۔'' اس کی توضیح کرتے ہوئے کہا جاتا ہے خدا ہم سے اتنا قریب ہے کہ اس کی طرف توجہ کرنے کے لئے نہ اوپر آسمان کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے نہ نیچے زمین کی طرف۔

بعض حکایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عادات مرکزِ اعتدال سے ہٹی ہوئی تھیں لیکن وہ بہت سادہ، مخلص اور دوست پرور تھے اور اپنے مذہبی مجاہدہ، اپنی خواہشات کی تسخیر اور روح کی تطہیر کی وجہ سے نہایت بلند

marfat.com

مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات کا کوئی ذکر کتابوں میں نہیں ملتا۔

القنطریؒ

شیخ ابوبکر محمد بن مسلم عبدالرحمٰن القنطریؒ کے بارے میں بھی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ حضرت جنید بغدادیؒ کے استاد تھے جبکہ بعض مصنفین نے انہیں حضرت جنیدؒ کا دوست اور ساتھی قرار دیا ہے۔ القنطریؒ نے حضرت معروف کرخیؒ اور حضرت بشر بن حارث الحافیؒ کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ جیسا کہ پیچھے گزرا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت معروف کرخیؒ سے تصوف کے رموز و نکات حاصل کیے۔ اس بنا پر القنطریؒ کو جنید بغدادیؒ کا دوست اور ساتھی بیان کیا گیا ہے کہ ان دونوں کی ملاقات حضرت معروف کرخیؒ کے ہاں ہوتی رہی اور بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

القنطریؒ خلوت پسند اور کم گو آدمی تھے۔ آپ کافی نادار تھے اور سفیان ثوریؒ کا مجموعہ احادیث ایک نہایت قلیل معاوضہ پر نقل کر کے اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ اور القنطریؒ کے درمیان اکثر اوقات مختلف مسائل پر کافی بحث و مباحثہ ہوا کرتا تھا۔ آپ کا انتقال ۲۶۰ھ میں ہوا۔

ابو حفص الحدادؒ

ابو حفص عمرو بن سلمٰی الحداد النیشاپوریؒ خراسان کے صوفیوں کے شیخ تھے۔ ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عقائد کے لحاظ سے معتزلی

marfat.com

تھے اور علم کلام میں انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کی ایک کتاب ''الجروف فی تکافوع الادلہ یا الجاروف فی تکافوالادلہ'' کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا ردّ معتزلی علماء ابوعلی الجبائی الخیاط اور الحارث الورّاق نے کیا ہے۔ الخیاط نے اپنی کتاب ''الانتصار'' میں انہیں رافضی لکھا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ انہوں نے ''قِدمَ الاثنین (یعنی جوہر اور صفت دونوں کی ازلیت) کا نظریہ اختیار کیا اور معتزلہ اس کے قائل نہیں۔ اس طرح کے اور متعدد بزرگ موجود ہیں جن کے بارے میں ان کے معتزلی ساتھی کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ اہلِ اعتزال میں تھے لیکن بعد میں ان کے خیالات (بقولِ معتزلہ کے) فاسد ہو گئے مثلاً خود ابوحفص، ابوسعید العصری الصوفی اور ابوموسیٰ عیسیٰ ابن الہیثم الصوفی وغیرہ۔

حضرت جنید بغدادیؒ ابوحفص الحدادؒ کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے اور ان کے بارے میں کہتے تھے کہ ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جو حقیقت الوہیت کے معانی سمجھتے تھے۔ ان سے مل کر انسان مطمئن، شادکام اور مالامال ہو جاتا تھا۔ وہ دل کی گہرائیوں سے گفتگو کرتے تھے اور ایک کامل و اکمل عالم تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابوحفص کی مادری زبان چونکہ فارسی تھی اس لئے وہ عربی ٹھیک طرح سے نہیں بول سکتے تھے۔ بغدادی شیوخ سے جب ان کی ملاقات مسجد شونیزی میں ہوئی جن میں حضرت جنید بغدادیؒ بھی شامل تھے تو انہوں نے اس موقع پر بہت شُستہ عربی میں گفتگو کی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ فصاحتِ کلام میں ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ انہوں نے ابوحفص الحداد سے

marfat.com

سوال کیا ''سخاء کیا ہے؟''

ابوحفص نے جواب دیا بہتر ہے آپ میں سے کوئی صاحب شروع کریں اور بتائیں کہ سخاء کیا چیز ہے؟

حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا ''میرے خیال میں سخاء یہ ہے کہ انسان اپنے اس فعل کو خود کبھی سخاء نہ سمجھے اور نہ کبھی اپنے آپ سے اس کا تذکرہ کرے۔''

ابوحفص نے کہا ''شیخ نے کیسی اچھی بات کہی ہے۔ لیکن میری رائے میں سخاء یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمیشہ انصاف کیا جائے اور اپنے لئے کبھی انصاف نہ طلب کیا جائے۔''

حضرت جنیدؒ نے اپنے مریدوں اور ساتھیوں سے کہا ''ابوحفصؒ کی تعظیم کے لئے اٹھو یہ تو سخاء کے معاملے میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔''

اس ضمن میں ایک واقع بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ ابوحفص حداد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اس وقت بغداد میں ہی مقیم تھے۔ جب خانقاہ کے اندر داخل ہوئے تو ایک عجیب منظر دیکھا۔ ابوحفص حداد کے تمام مرید اور خدام سر جھکائے، دست بستہ سامنے کھڑے تھے۔ حضرت جنیدؒ کو یوں محسوس ہوا جیسے حضرت حداد کوئی شہنشاہ ہیں، [redacted] راستہ ہے اور غلام گردنیں خم کئے کھڑے ہیں۔

ایک روحانی درسگاہ میں دربار سلطانی کی یہ شان دیکھ کر حضرت جنید بغدادیؒ آگے بڑھے اور ابوحفص حداد کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔

marfat.com

''یا شیخ! آپ اپنے مریدوں اور شاگردوں کو دربار شاہی کے آداب واطوار سکھاتے ہیں؟''

ابو حفص حدادؒ نے فرمایا ''ابوالقاسم جو کچھ تم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو دراصل حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ مجھے شاہی رعب و جلال کی حاجت نہیں ہے..... مگر تم یہ بات ذہن نشین کرلو کہ ظاہری حسنِ ادب، باطنی حسنِ ادب کا عنوان ہوتا ہے۔ جس شخص کو اس ظاہری دُنیا میں آداب کی تعلیم نہیں ملی ہے وہ دوسری دُنیا میں بھی آداب کے لوازم کو بجا نہ لا سکے گا۔'' ابو حفص حدادؒ کا جواب سن کر حضرت جنید بغدادیؒ خاموش ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ نو سال آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ ابو حفص حدادؒ کا انتقال ۲۶۰ھ میں ہوا۔

یحییٰ ابن معاذ الرازیؒ

یحییٰ ابن معاذ الرازیؒ کا شمار حضرت جنید بغدادیؒ کے آٹھویں اُستاد میں کیا جاتا ہے۔ جو معرفت کی تعلیم کے لئے مشہور تھے اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے دوست تھے۔ کشف المحجوب میں آپ کے بارے میں لکھا ہے!

''لسانِ محبت و وفا، زمین طریقت و دلا ابو ذکریا یحییٰ ابن معاذ الرازی تھے۔ ان کا حال عالی تھا، خصلت نیک اور حقیقت رجا میں حق تعالیٰ کے ساتھ قدم رکھتے تھے۔ حضرت حصریؒ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے دو یحییٰ تھے۔ ایک انبیاء سے اور ایک اولیاء سے یعنی یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام نے خوف کے مقام کو ایسا ادا کیا کہ سب مدعی خوف کی وجہ سے اپنی فلاح سے نا اُمید

marfat.com

ہوئے اور یحییٰ بن معاذ نے رجا کے طریق کو ایسا پورا کیا کہ سب مدعیانِ رجا کے ہاتھ باندھے۔'' آپ نے ۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

یوسف ابنِ حسین رازیؒ

ابو یعقوب یوسف ابن الحسین ابن علی الرازیؒ معقول اور منقول دونوں میں بلند پایہ رکھتے تھے اور تصوف میں شہر رے کے صوفیوں کے شیخ تھے۔ بغداد میں ان کے تعلقات امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت ذوالنون مصریؒ سے تھے۔ کشف المحجوب میں ہے کہ!

''آپ حضرت ذوالنون مصریؒ کے مرید تھے اور بہت سے مشائخ کے ہم نشین رہے۔''

حضرت جنید بغدادیؒ نے ان سے بہت استفادہ حاصل کیا۔ ان کی نگاہ میں حضرت جنید بغدادیؒ کا کیا مرتبہ تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت جنیدؒ کے بارے میں یہ کہا کہ ''ھوا الحکماء والعارفین من اہلِ عصرہ'' یعنی حضرت جنیدؒ اپنے ہم عصر حکماء اور عارفین کے سردار ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات ۳۰۴ھ میں بیان کی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ حضرت شیخ محمد بن علیؒ، حضرت محمد بن مروق طوسیؒ اور حضرت یعقوب زیاتؒ کے نام بھی ملتے ہیں جن سے حضرت جنید بغدادیؒ نے کسبِ فیض حاصل کیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا ہے۔ مگر ان چند ناموں کے سوا باقی لوگوں کے حالات بہت کم ملتے ہیں اور ان کے بارے میں کوئی زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔

marfat.com

شخصیت

حضرت جنید بغدادیؒ کی شخصیت کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ آپ کی شخصیت کو جاننے کے لئے ہمیں مختلف واقعات پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ آپ کے شب و روز خالقِ حقیقی کی عبادت میں بسر ہوئے۔ آپ تزکیۂ نفس کے لئے سخت ترین مجاہدے کرتے۔ آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ تیس سال ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر عشاء کے بعد رات بھر اللہ اللہ کا ورد کرتے۔ مگر اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بزرگانِ تصوف کے بارے میں ہمیشہ ایسی باتیں کی جاتی ہیں جس سے وہ ایک بالکل محیر العقول شخصیت کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ جبکہ حضرت جنید بغدادیؒ کے اساتذہ خصوصاً حضرت سری سقطیؒ اور حضرت حارث المحاسبیؒ کی تعلیمات کا مرکزی تصور عقیدہ توحید تھا۔ اس لئے ان کے ہم عصر علماء انہیں ''اربابِ توحید'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس لئے حضرت جنیدؒ کے بارے میں ایسے واقعات کا منسوخ کرنا عجیب سا لگتا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے اپنے ہم عصر تمام نامور علماء و حکماء اور صوفیاء سے استفادہ کیا تھا۔ اس لئے ان کے علم میں غیر معمولی وسعت اور جامعیت پیدا ہوگئی تھی اور کیونکہ انہوں نے ذہن رسا پایا تھا اس لئے اس تمام ذخیرۂ علم میں اپنے ذاتی معلومات اور مشاہدات کا اضافہ کر کے اپنا مخصوص فلسفیانہ نظام اور طریقِ سلوک مدون و مرتب کیا۔ جس میں مختلف افکار شامل ہو کر ایک بالکل مختلف علم معرضِ وجود میں آیا۔

marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کو اسلامی لباس پہنایا اور شریعت اور طریقت کو ہم آہنگ کر دیا یعنی انہوں نے شریعت کی بنیاد پر تصوف کی عمارت تعمیر کی جسے علماء اور صوفیاء کے دونوں طبقوں نے اپنا مسکن بنایا۔ اسی لئے آپ کو ''سید الطائفہ'' کا لقب دیا گیا۔ صوفیاء کے طبقے کے علاوہ امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ جیسے علماء جنہیں مخالفِ تصوف علماء میں شمار کیا جاتا ہے نے بھی ان کے طریقۂ تصوف کو مستند قرار دیا اور ان کا ذکر بڑے ادب واحترام سے کیا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے فلسفہء توحید کو تیسری صدی ہجری کے بغدادی علماء کفر کے مترادف قرار دیتے تھے (اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) اور ہر ممکن طور پر اس کوشش میں رہتے تھے کہ آپ کو نقصان پہنچایا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خلیفہء بغداد کی مدد چاہی۔ خلیفہ آپ کی شہرت اور مقام سے خوفزدہ تھا۔ اس لئے آپ کو براہِ راست کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک لغو اور بیہودہ طریقہ اختیار کیا۔ ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ عبادت میں مشغول تھے کہ ایک اجنبی حسین لڑکی آپ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ آپ اپنی عبادت میں اس قدر مشغول تھے کہ اس کی آمد سے بے خبر رہے۔ اس لڑکی نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے آپ کو مخاطب کیا اور کہنے لگی ''اے خوبرو نوجوان! میں بڑی دیر سے کھڑی تجھے خدا کی حمد وثناء میں مصروف دیکھ رہی تھی، تُو میری طرف بھی نگاہ ڈال، میں بھی خدا ہی کا تیار کردہ جمال کا ایک شاہکار ہوں۔''

حضرت جنیدؒ جو عبادت میں محو تھے چونک کر پلٹے انہوں نے نظر

marfat.com

اٹھائی تو اپنے سامنے ایک انیس بیس سالہ مخمور و مسحور نوجوان لڑکی کو دیکھا اور پھر نظریں جھکا کر نرمی سے بولے ''عزیزہ بے شک کائنات کی ہر چیز میں میرے اللہ کا جمال اور اس کی رحمت کا پرتو ہے لیکن میں ایک درویش منش فقیر ہوں۔ دنیا کو چھوڑ چکا ہوں، تم جس چیز کی طالب ہو بھلا وہ تمہیں یہاں کیسے میسر آ سکتی ہے؟ تم دیکھ رہی ہو یہاں خدا کے سوا اور کچھ نہیں۔''

لڑکی نے آگے بڑھ کر بے تکلفی سے بیٹھتے ہوئے کہا ''نوجوان اگر تیرا یہ کہنا سچ ہے کہ یہاں خدا کے سوا کوئی نہیں تو پھر میں خدا سے مانگتی ہوں، خدا کی بارگاہ سے تو آج تک کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔''

حضرت جنیدؒ نے بڑی مشکل سے اس لڑکی کی دیدہ دلیری برداشت کی اور بڑی نرمی سے اس سے مخاطب ہو کر کہا ''تم سچ کہتی ہو لیکن اس وقت تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم یہاں سے خالی ہاتھ لوٹ جاؤ۔''

لیکن اس لڑکی پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ آپ کے قریب ہوتے ہوئے بولی ''نوجوان میں تو گوہرِ مراد حاصل کئے بغیر نہ جاؤں گی۔''

اب حضرت جنیدؒ نے صاف صاف بات کرتے ہوئے کہا ''خلیفہ کی کنیزِ خاص! کیا تو مجھے بے خبر سمجھتی ہے۔ کیا تو اور تیرا خلیفہ خدا کو بے خبر جانتے ہیں، جو اپنے نیک بندوں کو یوں برائی میں دھکیل دے گا۔ میرا خدا تمہارے اور خلیفہ کے درمیان ہونے والی وہ سرگوشیاں بھی سن چکا ہے جو تم نے مجھے بہکانے کی خاطر کی تھیں۔ تم اور تمہارا خلیفہ مجھے سزا دلوانا چاہتے ہو اور میرا سر کاٹنا چاہتے ہو، لیکن جان لو کہ خدا ہی سب سے بڑا محافظ ہے اور میں اس کی حفاظت میں ہوں۔'' یہ کہہ کر آپ نے پُرجلال نظروں سے اس

marfat.com

لڑکی کی طرف دیکھا جس سے وہ حسین و جمیل دوشیزہ وہیں جل کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئی۔

جب خلیفہ کو اس بات کا علم ہوا اور کنیز کے انجام کے بارے میں خبر ہوئی تو وہ دوڑا دوڑا حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس آیا اور شاکی لہجے میں کہنے لگا ''جنید تم نے اپنی ریاضت کے جوش میں آ کر میری کنیز کو جلا کر راکھ کر دیا، کیا یہ اچھا کیا تم نے؟'' حضرت جنید بغدادیؒ یہ سن کر بولے ''خلیفہ! اللہ کی رضا اسی میں تھی۔ جسے وہ بچانا چاہتا ہے اسے ہر صورت بچا لیتا ہے اور جو اللہ کے عتاب میں آنے والا ہو بھلا وہ کہاں بچ پاتا ہے۔''

خلیفہ یہ سن کر بدستور شکایتی انداز میں بولا ''ابوالقاسم تُو یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ جس خدا کی تو بات کر رہا ہے وہ غفور الرحیم ہے، رحم کرنے والا ہے، معاف کر دینے والا ہے۔''

یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے جواب دیا ''خلیفہ! یہ میرا رحم ہی ہے کہ میں نگاہیں نیچی کئے تم جیسے ظالم شخص سے مخاطب ہوں اس سے پہلے کہ میں نگاہ اُٹھا کر تمہارے ان فضول سوالوں کے جواب دوں، کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ تم اپنے ظلم کدے میں واپس لوٹ جاؤ جو ابھی تک راکھ کا ڈھیر ہونے سے بچا ہوا ہے۔''

خلیفہ یہ بات سن کر کانپ گیا اور لرزتے قدموں سے واپس لوٹنے لگا۔ آپ نے اس سے کہا ''تم اور تمہارے گمراہ علماء یہ اچھی طرح جان لیں کہ جب تک میں خدا کی حفاظت میں ہوں مجھے تم لوگ شریعت کی آڑ میں ہرگز سزا نہیں دے سکتے۔ تم لوگ یہ بات بھول گئے ہو کہ میں جو بات کرتا

marfat.com

ہوں وہ ہرگز خود سے نہیں کرتا۔ بھلا ایک ایسا بندہ جس کے ایک ہاتھ میں شریعت اور دوسرے میں توحید ہو وہ بھلا خود سے کیا کہے گا۔ نادانو! میں تو وہ کہتا ہوں جو خدا کہلواتا ہے لیکن میری یہ باتیں نہ تمہیں سمجھ آئیں گی نہ تمہارے عالموں کو، میری باتیں صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو شریعت کو بھی سمجھتے ہیں اور خدا کو بھی۔'' خلیفہ یہ باتیں سن کر خاموشی سے پلٹ گیا۔

جب حضرت جنید بغدادیؒ کے وعظ کی شہرت عام ہوئی تو ایک دن ایک عیسائی نوجوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ''لوگ آپ کو شیخ زمانہ کہتے ہیں۔''

حضرت جنید بغدادیؒ نے عیسائی نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''یہ لوگوں کا حُسنِ ظن ہے۔ اگر تم یہی بات کہنے کے لئے میرے پاس آئے ہو تو اپنا وقت برباد نہ کرو، میں اللہ کا ایک بندہ ہوں اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ مقامِ شیخ بہت بلند ہے جو میری دسترس سے باہر ہے۔''

عیسائی نوجوان نے عرض کیا ''دراصل میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی زبان سے پیغمبر اسلام کے اس کی قول کی تشریح سن سکوں کہ...... مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟''

عیسائی نوجوان کی یہ بات سن کر حضرت جنید بغدادیؒ نے سر جھکا لیا۔ حاضرین مجلس نے محسوس کیا جیسے حضرت جنیدؒ کسی خاص نکتہ پر غور فرما رہے ہیں۔ چند لمحوں بعد حضرت جنیدؒ نے سر اُٹھایا اور عیسائی نوجوان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ تم اب مسلمان ہو جاؤ۔''

marfat.com

حضرت جنیدؒ کا یہ ارشاد سن کر وہ عیسائی نوجوان آپ کے دست حق پرست پر ایمان لے آیا۔

حضرت جنیدؒ کی محفل میں اس وقت جو لوگ موجود تھے انہوں نے اس عیسائی نوجوان سے پوچھا ''تمہارا سوال تو کچھ اور تھا اور حضرت جنیدؒ نے اس کا جواب کچھ اور دیا۔''

عیسائی نوجوان نے کہا کہ ''حضرت جنیدؒ نے میرے سوال کا صحیح جواب دیا، میں بہت دنوں سے ایک عجیب سی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ مذہب اسلام اختیار کروں یا نہ کروں؟ میرا دل اسلام کی حقانیت کی طرف مائل تھا مگر پیروں میں آباؤ اجداد کے عقائد کی زنجیر تھی۔ اسی دوران میں نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ سنی اور اس کی تشریح کے لئے حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے اپنے کشف باطنہ سے میری ذہنی کشمکش کا حال معلوم کر لیا جس سے مجھے یقین آ گیا کہ واقعتاً مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

حضرت جنید بغدادیؒ نے اپنی زندگی میں دو بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ پہلی بار سات سال کی عمر میں حضرت سری سقطیؒ کے ساتھ حجاز مقدس کا سفر کیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے اخلاص کی تعلیم اسی دوران ایک حجام سے حاصل کی۔ میرے مرشد اور ماموں حضرت سری سقطیؒ نے تلقین کر رکھی تھی کہ خبردار کسی کے آگے روٹی کے لئے ہاتھ نہ پھیلانا۔ ایک دن میرے بال بڑھے ہوئے تھے اور مجھے ان سے سخت اُلجھن ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں بازار نکلا دیکھا کہ ایک حجام کے پاس ایک امیر

marfat.com

آدمی بیٹھا بال بنوا رہا تھا۔ میں بھی حجام کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہا ''خدا کے نام پر میرے بال کاٹ دو۔''

یہ سن کر وہ حجام فوراً مڑا اور اس آدمی کی حجامت چھوڑ کر اس نے مجھے عزت و احترام کے ساتھ یوں بیٹھایا گویا کہ میں معزز ترین اور امیر گاہک ہوں۔ پھر اس نے بڑے سلیقے سے میرے بال کاٹے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھے ایک کاغذ میں چند درہم لپیٹ کر دیے اور کہا ''یہ حقیر سا نذرانہ ہے قبول فرما کر میری عزت افزائی کریں۔''

میں اس کے حسنِ سلوک سے بڑا متاثر ہوا اور دل میں عہد کیا کہ جونہی مجھے کہیں سے کوئی مال ملے گا میں اس حجام کو ضرور یہ درہم لوٹا دوں گا۔ اتفاق سے ایک دن بصرے کے ایک شخص نے مجھے اشرفیوں کی ایک تھیلی دی۔ میں وہ تھیلی لے کر اس حجام کے پاس آیا اور اسے پیش کرتے ہوئے کہا ''بھائی یہ تھیلی تمہارے اس احسان کا بدلہ تو نہیں ہو سکتی جو تم نے مجھ پر کیا تھا اگر تم اسے قبول کر لو تو مجھے دِلی مسرت ہو گی۔''

یہ بات سن کر وہ حجام غصے میں بھڑک اٹھا اور کہنے لگا ''واہ میاں! تم تو خدا کے نام پر تجارت کرنے والے نکلے، میں نے اگر تمہاری کوئی خدمت یا مدد کی تھی تو صرف خدا کے نام پر اور اس کی راہ میں کی تھی۔ اب میں خدا کے نام پر کرنے والے کام کا معاوضہ لوں گا۔ یہ تم نے کیسے سمجھ لیا۔

اسی طرح جب دوسری بار آپ مکہ معظّمہ حاضر ہوئے اور ارکانِ حج ادا کرنے کے بعد آپ مشائخ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور عشق الٰہی کے مسئلہ پر بحث مباحثہ ہو رہا تھا۔ ہر بزرگ اپنے تجربے اور مشاہدے کے اعتبار

marfat.com

سے عشق کے رموز و نکات بیان کر رہے تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ پورے انہماک سے مشائخ کے بیان سن رہے تھے۔ آخر ایک بزرگ آپ سے مخاطب ہوئے ''شیخ بغدادی آپ بھی تو کچھ فرمایئے کہ عشق الٰہی کیا ہے؟''

یہ سن کر حضرت جنید بغدادیؒ نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر تک اسی طرح سر جھکائے بیٹھے رہے۔ جب آپ نے سر اُٹھایا تو آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ نے فرمایا.....

''اے رہروانِ کوچۂ عشق! میں تم سے کیا کہوں کہ عشق الٰہی کیا ہے؟ جو بندہ اپنے نفس سے گزر جائے وہ اللہ کے قریب ہے۔ ایسے بندے کا دل اگر تجلیاتِ حق سے جل جائے تو کیا تعجب ہے؟ اور اگر وہ مست و بے خود ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ قادرِ مطلق اس پر غیب کے پردے اُٹھا دیتا ہے۔ پھر وہ کلام کرتا ہے تو اس کی زبان اللہ کے سوا کسی لفظ سے آشنا نہیں ہوتی۔ وہ حرکت کرتا ہے تو اللہ کے حکم سے اور اگر ٹھہرتا ہے تو اللہ کی مرضی سے، وہ اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہی کے ساتھ ہے۔''

حضرت جنیدؒ کی یہ بات سن کر تمام مشائخ بے چین ہو کر رونے لگے اور سب نے بیک زبان کہا ''اے تاج العارفین! اس سے بڑھ کر عشق کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اللہ آپ کے کمالات میں مزید ترقی عطا فرمائے۔''

اسی سفرِ حج کا ایک اور واقع ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ تنِ تنہا کعبہ کے طواف کے لئے بیت اللہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک عورت بھی کعبہ کا طواف کر رہی تھی۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے اچانک سنا کہ عورت پُرسوز

marfat.com

عورت کے اس عمل کو برداشت کرتے رہے۔ جب اس عورت کی آواز طواف میں خلل انداز ہونے لگی تو آپ اس کے قریب پہنچے اور نہایت پُرجلال لہجے میں اس سے مخاطب ہوئے۔ ''اے بے خبر! تجھے اس مقدس و محترم مقام پر اپنی ناپاک آرزوئیں بیان کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔''

عورت نے اس حرکت پر معذرت کرنے کی بجائے اسی قسم کے چند اور اشعار پڑھے۔ حضرت جنیدؒ اس سے مزید کچھ کہنا چاہتے تھے کہ وہ آپ سے پوچھنے لگی ''میں کیا کر رہی ہوں، اس بات کو چھوڑو۔ تم یہ بتاؤ کہ خدا کا طواف کر رہے ہو یا خانۂ خدا کا؟''

حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کسی تامل کے جواب دیا ''میں اور تمام اہل ایمان خانۂ خدا کا طواف کرتے ہیں۔''

حضرت جنیدؒ کا جواب سن کر عورت نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بے قراری سے پُرسوز لہجے میں کہا ''سبحان اللہ تیری مخلوق میں ایسے لوگ بھی ہیں جو پتھر کی طرح بے حس ہیں اور پتھر کے گرد طواف کرتے ہیں۔ انہیں بتا کہ تیری مرضی کیا ہے اور تو ان سے کیا چاہتا ہے۔'' اس عورت کی زبان سے یہ الفاظ سن کر حضرت جنیدؒ پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو وہ عورت غائب تھی۔ جس نے آپ کو بڑے مؤثر اور منفرد انداز میں توحید پرستی کا سبق دیا۔

ایک دن ایک شخص حضرت جنیدؒ سے ملنے آیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حج کر کے واپس آیا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے اس سے پوچھا ''جب سے تم گھر سے نکلے، گناہوں سے بھی بچتے رہے ہو یا نہیں؟'' اس

marfat.com

نے کہا نہیں۔ یہ سن کر آپ نے جواب دیا ''پھر تم نے سفر ہی نہیں کیا۔''

پھر پوچھا ''دورانِ سفر جب تم کسی مقام پر رات گزارنے کے لئے ٹھہرے تو تم نے اس رات کوئی مقامِ قُرب طے کیا؟'' اس نے کہا نہیں۔ آپ نے کہا ''تو تم نے منزل بمنزل سفر طے نہیں کیا۔''

پھر پوچھا ''جب تم نے احرام باندھا تو سابقہ لباس کے ساتھ ساتھ انسانی صفات مثلاً خود بینی، تکبر، بغض، حسد، حرص وطمع وغیرہ کو بھی دور کیا؟'' اس نے کہا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا ''تو تم نے احرام ہی نہیں باندھا۔''

پھر پوچھا ''جب تم نے میدانِ عرفات میں وقوف کیا تو مراقبہء ذاتِ باری کیا؟'' اس نے کہا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا ''تو تم نے وقوف ہی نہیں کیا۔''

پھر پوچھا ''جب تم مزدلفہ گئے اور دلی آرزو حاصل کی تو تمام نفسانی خواہشات سے قطع تعلق کیا؟'' اس نے کہا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا ''تو تم نے مزدلفہ ہی نہیں دیکھا۔''

پھر پوچھا ''جب تم نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا تو جمالِ ذاتِ باری کا مشاہدہ کیا؟'' اس نے کہا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا ''تو تم نے سرے سے طواف ہی نہیں کیا۔''

پھر پوچھا ''جب تم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو مقامِ صفاء حاصل کیا یا نہیں؟'' اس نے کہا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا تو تم نے سعی کی ہی نہیں۔''

پھر پوچھا ''جب تم منیٰ میں آئے تو تم نے اپنی نفسانی خواہشات کو

marfat.com

قربان کیا؟'' اس نے کہا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا ''تو تم منیٰ میں گئے ہی نہیں اور قربانی بھی نہیں کی۔''

پھر پوچھا ''جب تم نے رمیٔ جمار کی یعنی شیطان کو کنکریاں ماریں تو ان کنکریوں کے ساتھ اپنی نفسانی خواہشات کو بھی دل سے نکال کر دور پھینکا؟'' اس نے کہا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا تو تم نے رمی بھی نہیں کی اور حقیقت یہ ہے کہ تم نے سرے سے حج ہی نہیں کیا۔ واپس جاؤ اور دوبارہ حج کرو۔ جس طرح میں نے بتایا ہے تاکہ مقامِ ابراہیمی حاصل کر سکو۔

ان چند واقعات سے حضرت جنید بغدادیؒ کی شخصیت کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ وہ ایک معتبر عالم تھے، ذہانت اور فطانت میں بے مثال تھے۔ تمام عصری علوم سے آگاہ تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، کلام، عقائد، الٰہیات، اخلاق اور تصوف کے مسائل پر مجتہدانہ شان سے گفتگو کرتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہمیشہ تزکیۂ نفس، مجاہدات اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔

حضرت جنیدؒ کا مسلک یہ ہے کہ تصوف سراسر اسلام پر مبنی ہے۔ انہوں نے ساری عمر اس بات کو ثابت کرنے میں بسر کر دی۔ ساری عمر شریعت کی پابندی کی۔

marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ کی تعلیمات ونظریات

حضرت جنید بغدادیؒ کے تعلقات و روابط مشاہیر صوفیا اور دینی مفکرین سے تھے۔ جو نہ صرف عراق بلکہ دور دراز علاقوں و ممالک میں ان کے ہم عصر تھے۔ اپنے گہرے و ہمہ گیر علم اور اپنی گہری فکر کی بدولت انہوں نے اس زمانے کے متنوع افکار و تعلیمات کو اپنے اندر جذب کیا اور پھر اپنے تجربات و مشاہدات سے انہیں ایک خاص شکل عطا کی اور اپنے نظریات، تجربات و مشاہدات کا اضافہ کر کے اپنا ایک مخصوص صوفیانہ طریقہ اور فلسفیانہ نظام قائم کیا۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے تصوف کو اسلام کے رنگ میں رنگا۔ اس لئے انہیں بجا طور پر شیخ الطریقت کا لقب دیا جاتا ہے۔ انہی کے ذریعے تصوف اپنی حالت کمال کو پہنچا۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے تصوف کی بہت سی تعریفات بیان کی ہیں۔ ان میں سے دو تعریفیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ تصوف یہ ہے کہ صوفی اس طرح خدا کی معیت میں زندگی بسر کرے کہ غیر اللہ سے اسے کوئی دلبستگی باقی نہ رہے۔

۲۔ تصوف وہ کوشش یا درِطلب کوشیدن ہے جس میں ایک انسان اپنی پوری زندگی بسر کر دیتا ہے۔

تیسری صدی ہجری میں مختلف مذہبی فرقوں میں عقیدۂ توحیدِ الٰہی پر خاص طور سے بہت پرجوش بحث و مباحثہ ہوا کرتا تھا اور اس بحث میں خاص

marfat.com

طور پر معتزلہ پیش پیش تھے جن کا اس زمانے میں کافی اثر ورسوخ تھا اور انہیں اہل توحید ہی کہا جاتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تہہ تک پہنچنے کے لئے عقل کا ذریعہ استعمال کرتے تھے جو انہیں بہت پیچیدہ اور الجھے ہوئے نتائج تک لے آیا تھا۔ اس کے برعکس صوفیاء عقل اور اس کے نتائج سے مطمئن نہیں تھے۔ اس لئے وہ خدا کی وحدانیت کا تجربہ احساس اور الہام کی مدد سے کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے علم کے ذریعے عمل کیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ توحید کے متعلق سب سے بہترین قول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ''تعریف ہو خدائے عزوجل کی جس نے اپنے بندوں کو اپنا علم حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ عنایت نہیں فرمایا، سوائے ان کے عجز و بے بسی کے جو انہیں اس کا علم حاصل کرنے میں درپیش آتی ہے۔''

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جنیدؒ کے نزدیک توحید ادراکِ عقلی کے دائرے سے ماوراء کوئی چیز ہے۔ جیسا کہ آپ کا ایک اور قول ہے کہ ''توحید ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی راہ کے نشانات مٹ جاتے ہیں اور علامات مدہم پڑ جاتی ہیں اور ذاتِ خداوندی جس طرح تھی ویسی ہی رہتی ہے۔''

اس قول کی مزید وضاحت وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں!

''اگر فہم کا ادراک توحید پر جا کر ختم ہوتا ہے تو یہ گویا ایک حالت ثبات و قرار پہ جا کر ختم ہوتا ہے۔'' ایک موقع پر آپ بیان کرتے ہیں کہ ''توحید ایک ایسا مفہوم ہے کہ باوجود یہ کہ اس میں اتنا مکمل اور ہمہ گیر علم شامل ہے، اس

marfat.com

کی پوری تعریف اور وضاحت ہونا ناممکن ہے۔"

حضرت جنیدؒ نے اپنے بہت سے رسائل میں توحید کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو خصوصیت کے ساتھ اس جگہ واضح کیا ہے جہاں انہوں نے موحدّین (یعنی اہل توحید) کے درجات متعین کئے ہیں اور ان کی الگ الگ علامات نہایت تفصیل سے بیان کی ہیں۔ وہ اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں!

"جان لو کہ توحید لوگوں کے اندر چار درجوں میں پائی جاتی ہے۔ پہلا درجہ تو عوام الناس کی توحید ہے، دوسرے درجے میں وہ توحید آتی ہے جو ان لوگوں کے اندر پائی جاتی ہے جو دین کے روایتی علم سے بہرور ہوں، تیسرے اور چوتھے درجے کی توحید کا تجربہ ان خواص کو ہوتا ہے جنہیں معرفت ہوتی ہے۔"

علمائے دین اہل توحید کی اس درجہ بندی سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس لفظ "توحید" کے درجات متعین نہیں کئے جا سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ توحید دو غلط انتہاؤں کے درمیان ایک صحیح راستہ ہے اور بس۔

امام غزالیؒ اس کا حل یہ کہہ کر بتاتے ہیں کہ توحید کی درجہ بندی کے معنی یہ ہیں کہ ہر اہل ایمان ایک خاص مقام پر ہوتا ہے جو دوسرے کے مقام سے مختلف ہوتا ہے۔ توحید کی اس درجہ بندی کی کوشش میں حضرت جنیدؒ کے پیش نظر ہر فرد کا اپنا خاص مقام ہوتا ہے۔ مثلاً وہ ایک عام آدمی کی توحید ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں!

marfat.com

''جہاں تک ایک عام آدمی کا تعلق ہے، اس کا اظہار خدا کو وحدہٗ لاشریک قرار دینے، نیز بہت سے خداؤں، ساتھیوں، حریفوں، ہمسروں اور شبیہوں کا ابطال کرنے میں ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ''غیرِ خدا'' طاقتوں سے اُمید وخوف بھی وابستہ رکھے جاتے ہیں۔ اس طرح کی توحید اپنے اندر صرف ایک فائدہ اور اثر رکھتی ہے کہ اس میں اقرار واحقاق بہرصورت قائم رہتا ہے۔''

توحید کے دوسرے درجے کے بارے میں حضرت جنیدؒ اس طرح بیان کرتے ہیں!

''رہی ان لوگوں کی توحید جو علمِ ظاہر (باضابطہ مذہبی علم) سے بہرور ہیں تو اس کا اظہار خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار، نیز دوسرے خداؤں، شریکوں، حریفوں، ہمسروں اور مشابہتوں کے رد وابطال سے ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جہاں تک ظاہری اعمال کا تعلق ہے ان میں ایجابی احکام کی بجاآوری کی جاتی ہے اور فقہی امور سے اجتناب کیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ نتیجہ ہوتا ہے اس طبقہ کی اُمیدوں، خواہشوں اور اندیشوں کا۔ اس نوع کی توحید میں بھی ایک حد تک ضرور افادیت ہے۔ اس لئے کہ اس طرح خدا تعالیٰ کی وحدت کا علی الاعلان ثبوت مہیا کیا جاتا ہے۔''

توحید کے یہ دونوں درجے معرفت الٰہی میں وہ بلند ترین مدارج نہیں

marfat.com

ہیں جہاں انسان پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ توحید کے اگلے درجے کے متعلق بیان کرتے ہیں!

''اس کے بعد توحیدِ خاص کا درجہ ہے اور اس کی پہلی صورت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے اور ارباب و انداد اور اشکال و اشباہ کو نظر و مشاہدہ سے ساقط کر دیا جائے اور خدا کے حکم کو ظاہر و باطن دونوں میں نافذ کیا جائے اور خدا تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں سے اُمید و خوف کے جذبات کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے اور یہ سب کچھ نتیجہ ہو انسان کے اس تصور کا کہ حق تعالیٰ کی ذات ہر جگہ، ہر آن اس کے ساتھ موجود ہے۔ نیز یہ کہ حق تعالیٰ اسے پکارتا ہے اور وہ اس کا جواب دیتا ہے۔''

یہ درجہ بھی وہ مکمل توحید نہیں جہاں ایک موحدؒ پہنچ سکتا ہے۔ اس سے بھی بلندتر درجہ حضرت جنیدؒ کے نزدیک ایک اور تجربے کا ہے جو توحید کا آخری درجہ ہے۔ وہ اسے یوں بیان کرتے ہیں!

''توحیدِ خاص کی دوسری صورت یہ ہے کہ انسان اپنے وجود کے احساس سے یکسر عاری ہو کر ایک خیالی وجود کی صورت میں حق تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر ہو کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو۔ پھر جس جس طرح اس ذاتِ مطلق کی قدرتِ کاملہ طے کرتی ہے اسی کے مطابق اس خیالی وجود پر مختلف صورتوں میں اثر انداز ہوتی

marfat.com

ہے۔ اسے توحیدِ ذاتِ حق کے بحرِ زخار میں پوری طرح غرق کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ خیالی وجود اپنی ذات میں بالکل فنا ہو جاتا ہے۔ پھر نہ حق تعالیٰ کی ندا کا سوال باقی رہتا ہے اور نہ اس کی طرف سے اس ندا کے جواب کا۔ یہاں پہنچ کر اسے حق تعالیٰ کی وحدانیت کا کامل ادراک اس کے قُرب کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس حالت میں انسان کے اندر حِس اور حرکت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے جو چیز حق تعالیٰ نے اس سے طلب کی تھی وہ اس نے خود ہی اسے مہیا کر دی۔''

اس کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ اس کی اپنی کوئی رضا، کوئی خواہش باقی ہی نہیں رہتی۔ اس آخری درجے کو بیان کرتے ہوئے وہ مزید فرماتے ہیں کہ!

''اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس آخری درجے میں پہنچ کر ایک سالک اپنی اس پہلی حالت میں آ جاتا ہے جہاں کہ وہ اس دُنیا میں آنے سے پیشتر تھا۔''

حضرت جنیدؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم آب وگل میں آنے سے پہلے عابد کی ایک اور ہستی بھی تھی جس کا ثبوت قرآن کریم کی اس آیت سے ملتا ہے!

ترجمہ ''اور جب کہ آپ ﷺ کے رب نے اولادِ آدم علیہ السلام کی

marfat.com

کے اُوپر گواہ بنایا (اور ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا، ہاں بیشک کیوں نہیں۔"

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیں مطلع فرماتا ہے کہ اس نے اولادِ آدم سے اس وقت خطاب کیا جب وہ خارجی دُنیا میں موجود نہ تھی، مگر وہ علمِ خداوندی میں ضرور موجود تھی لیکن یہ ہستی اس نوعیت کی نہیں تھی جو مخلوقات سے منسوب ہے۔ اس کی ماہیت اور نوعیت فہمِ انسانی سے باہر ہے۔ اس کا صحیح علم تو صرف اللہ کو حاصل ہے۔ جب اللہ نے اولادِ آدم کو اپنے حضور میں طلب کر کے سوال کیا اور انہوں نے اس کی ندا پر لبیک کہا تو یہ اقرار یا اس کی صلاحیت بھی اللہ کی طرف سے ایک تحفہ یا انعام تھا۔ یہ بھی اسی کی ذات کا کرم اور احسان تھا۔ اس نے ان کو وجود میں لا کر گویا ان کی طرف سے خود ہی جواب دے دیا۔ دراصل یہ جواب خدا ہی کی طرف سے تھا اور ارواحِ اولادِ آدم صرف اس (خدا) کے قول کی ناقل تھیں، اپنی ندا اور پکار کا مدعا سمجھایا اور اپنے وجود سے انہیں اس وقت آگاہ کیا جب کہ وہ محض مشیت الٰہی تھے، جو اس ذات نے ایک عارضی وجود کی شکل میں اپنے سامنے لا کھڑی کی تھی۔ پھر اس نے اپنے ارادے سے انہیں ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں منتقل کیا۔ انہیں نطفے کی طرف ایک چیز بنایا، اپنی مشیت سے اسے خلق بخشا اور صلبِ آدم میں اُتار دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ ان سے ایسی حالت میں ہم کلام ہوا جبکہ ان کا اپنا کوئی وجود ہی نہیں تھا سوائے اس ذاتِ برحق کے وجود کے، جو انہیں ہر طرف سے شامل تھی۔ وہ ایسی حالت تھی کہ جس میں ان کا وجود اپنے آپ کے لئے نہیں بلکہ حقِ تعالیٰ

marfat.com

کے لئے اور اسی کے وجود میں محصور تھے۔''

چنانچہ حضرت جنیدؒ کے نزدیک ہستی دو قسم کی ہے۔ ایک ہستی ایزدی جو زمان و مکان سے بالاتر ہے اور دُنیا میں آنے سے پہلے ہم کو وہی ہستی نصیب تھی (دوسرے لفظوں میں ہم علمِ باری میں موجود تھے یا حق تعالیٰ کی ذات کے اندر موجود تھے)۔ دوسری قسم وہ ہے جو اس عالمِ مخلوق کے اندر رہنے سے عبارت ہے۔

پہلی قسم کو وہ یوں بیان کرتے ہیں!

''یہ ایزدی ہستی جس میں ہم تھے کامل ترین ہستی ہے انسان کی۔ پس یہی وہ وجود ربانی اور وہ خدائی تصور ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو زیبا نہیں۔ ہماری یہ پہلی ہستی ہی دراصل حقیقی ہستی یا وجود ہے لیکن اس ہستی کی نوعیت ہماری فہم سے باہر ہے۔''

آگے چل کر فرماتے ہیں!

''ایسا وجود کوئی شک نہیں کہ سب سے زیادہ مکمل اور کارگر ہوتا ہے۔ نیز یہ اس عام وجود کے مقابلے میں جس میں ایک عام عبادت گزار دیکھا جاتا ہے، زیادہ اہمیت کا حامل، زیادہ قوی اور غالب اور تسلّط اور اصطلاح تام کے لئے زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حالت میں اس کا اپنا نشان مٹ کر رہ جاتا ہے اور اس کا الگ وجود گویا باقی ہی

marfat.com

وجود اس چیز کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا جو ہم نے اُوپر بیان کی ہے یعنی وجودِ حق اور اس کا غلبہ و استلاء۔"

وہ مزید فرماتے ہیں!

"اس وقت وہ مخلوقِ انسانی کو ایسے معنی میں وجود میں لے آیا کہ جس کی حقیقت سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی دوسرا اس کا راز پا سکتا ہے۔"

پھر فرماتے ہیں!

"تو گویا انسان کی اس مذکورہ حالتِ وجود کی نسبت سے حق تعالیٰ کا وجود کچھ ایسی نوعیت کا تھا جسے وہ خود ہی بہتر جانتا اور اس کی حقیقت پہچانتا ہے۔ کون موجود تھا؟ اور وجود سے پہلے اور کون موجود ہو سکتا ہے؟ کیا خالص پاکیزہ مقدس ارواح کے سوا کوئی اور ہستی خدا کی قدرت و مشیت کاملہ کے مطابق جواب دے سکتی تھی۔"

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت جنیدؒ کی تعلیم کے مطابق توحید کی آخری منزل میں سالک اسی حالتِ اصلی کی طرف عود کرتا ہے۔ جس میں وہ قبلِ تخلیق موجود تھا۔ یعنی وہ اپنی مادی دُنیاوی زندگی سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اس کی نارمل انسانی زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور اس کی بدولت وہ خدا کی ہستی میں ضم ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اس منزل پر پہنچ کر توحید کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور وہ حقیقی معنوں میں موحد بن جاتا ہے۔ نقوشِ اغیار اس کے پردہ چشم سے بالکل محو ہو جاتے ہیں۔ اسے ہر طرف خدا ہی خدا نظر آتا

marfat.com

ہے۔ قوسِ قزح کے رنگوں میں، شفق کی سرخی میں، گلاب کی خوشبو میں، دریا کی روانی میں، بلبل کی نغمہ سرائی میں، صحرا کی وسعت میں، پہاڑوں کی رفعت میں، بچے کی معصومیت میں، جواں مرد کی طاقت میں، عورت کی نزاکت میں، محبّ کے نیاز میں، محبوب کے ناز میں، کوئل کی کوک میں، عاشق کی ہوک میں، عاشق کی فریاد میں، معشوق کے تبسم میں، مؤذن کی اذاں میں، پروہت کے ناقوس میں..... ہر جگہ اسے خدا ہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور وہ ہر شے میں خدا ہی کو دیکھتا ہے۔

جب تک سالک کی ذاتی شخصیت برقرار رہتی ہے من و تو کا امتیاز باقی رہتا ہے، وہ توحید کی اس اعلیٰ منزل تک نہیں پہنچ سکتا (وجہ یہ ہے کہ جب تک اپنی انفرادیت کا احساس باقی ہے اس وقت تک دوئی باقی ہے)۔ یعنی سالک کو یہ یقین ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی اور بھی (حقیقی معنوں میں) موجود ہے اور دوئی سالک کے لئے سب سے بڑی آفت ہے۔ وہاں توحید کہاں؟

marfat.com

اسی طرح حضرت جنیدؒ اہل توحید کے ایک اور نظریہ ''فنا'' کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ کا نظریہ میثاق جس کا ذکر پیچھے ہوا اور نظریہ فنا دونوں ایک ہی منزل کی طرف لے جاتے ہیں جو توحید کا بلند ترین مقام ہے۔ یہ دونوں راستے مختلف ہیں مگر حقیقت میں ایک ہی ہیں۔

پہلا راستہ رجوع اللہ کی حالت کو بیان کرتا ہے جبکہ دوسرا راستہ اس حالت کو پہنچنے کے لئے طریقہ کار وضع کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ کیسی ریاضت کرنی چاہئے اور کون کون سے قدم یکے بعد دیگرے اُٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ جو لوگ بقولِ حضرت جنیدؒ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلتے ہیں وہ آخر کار اپنی مرضی اس کی مرضی میں فنا کر دیتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ فنا کے تین درجے بیان کرتے ہیں جن کی تعریف اور وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں!

> ''پہلی منزل یہ ہے کہ تم اپنی صفات، ذاتی اوصاف اور مزاج کی قید سے آزاد ہو جاؤ اور اس حالت میں اتباعِ شریعت میں اپنی خواہشات کی بجائے اللہ کی مرضی پر عمل کرو اور اپنے نفس کی خواہشات کو فنا کر کے اس کی بجائے اسے وہ چیز دو جس سے وہ نفرت کرتا ہے، دوسری منزل یہ ہے کہ بندہ لذتِ حسی سے بالکل کنارہ کش ہو جائے۔ یہاں تک کہ طاعات میں جو لذت ایک عابد و زاہد کو ملتی ہے اس کا احساس بھی ختم ہو جائے۔ خود اسی کے اور صرف اسی کے ہو جاؤ اور تمہارے اور ذاتِ حق کے درمیان کوئی

marfat.com

واسطہ باقی نہ رہے، تیسری منزل یہ ہے کہ یہ شعور بھی فنا ہو جائے کہ مجھے خدا کی حضوری حاصل ہے، تجلیاتِ ربانی کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ تمہارے اس وجودِ موجود کی حقیقت تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔ اس حالت کے بعد بندہ صرف اللہ کے لئے زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں اگرچہ مادی جسم باقی رہتا ہے مگر شخصیت فناء ہو جاتی ہے۔''

پہلی منزل کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہے۔ اس میں بندہ اپنی ذاتی اور نفسانی خواہشات کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور ایک سچے مسلم کی حیثیت سے اللہ کے احکام کے مطابق اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے حضرت جنیدؒ صفات، اخلاق اور مزاج کی قید سے آزاد ہونا کہتے ہیں۔ اس کے لئے اسے مسلسل مجاہدہ کرنا ضروری ہے تاکہ وہ خالص زاہدانہ زندگی بسر کر سکے۔ فنا کی یہ منزل اخلاقی اور ظاہری زندگی سے متعلق ہے۔

فنا کی دوسری منزل کا مطلب یہ ہے کہ ایک عبادت گزار اپنے آپ کو لذاتِ جسمانی سے بالکل قطع تعلق کر لے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی میں جب وہ اتباعِ شریعت کرے اور اعمالِ صالحہ سے جو مسرت انسان کو ہوتی ہے اس احساس سے بھی عاری ہو جائے۔ فنا کی یہ منزل سالک کی ذہنی و باطنی زندگی سے متعلق ہے۔

فنا کی تیسری منزل کا مفہوم یہ ہے کہ سالک کو اس بات کا شعور بھی نہ رہے کہ مجھے ذاتِ حق کی حضوری کی عزت حاصل ہو گئی ہے۔ خدا کے حضور

marfat.com

میں اسے اپنی ذات کا شعور باقی نہ رہے۔ اس منزل میں سالک کی شخصیت ذاتِ حق میں گم ہو جاتی ہے۔ اگرچہ بظاہر وہ لوگوں کو چلتا پھرتا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت اس کی انفرادیت اس کا ذاتی تشخص فنا ہو چکا ہوتا ہے۔ اپنے آپ میں اب اس کا وجود باقی نہیں رہتا۔ اس کی کوئی انفرادی ہستی باقی نہیں رہتی اور وہ ذاتِ حقِ تعالیٰ کے ساتھ اور اسی کے اندر رہنے لگتا ہے۔

فنا کی آخری منزل پر پہنچ کر سالک بقاء باللہ یا باقی باللہ کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔ انسان فنا ہو کر خدا تعالیٰ کے اندر باقی اور جاوداں ہو جاتا ہے۔ اصل میں فنا اور بقا دو مختلف پہلوؤں سے ایک ہی حالت میں دو نام ہیں۔ حضرت جنیدؒ کا مطلب فنا سے فنائے کلی (نروان) نہیں ہے بلکہ وہ حالت ہے جس میں سالک اللہ کے ساتھ بقا کی نعمت سے سرفراز ہو جاتا ہے اور اللہ کے ساتھ ابدی زندگی بسر کرتا ہے لیکن حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ اس بقا باللہ کی حالت میں بھی سالک ذاتِ باری کا ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ خدا کے ساتھ تو ہے مگر خدا نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس ایزدی حالت میں بھی بندہ بندہ ہی رہتا ہے۔

اس تصریح سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت جنیدؒ نے غیر اسلامی عقیدۂ الحاد سے اپنا دامن بچا لیا ہے۔ چونکہ اس جگہ یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید بندہ خدا سے متحد ہو کر خدا بن جاتا ہے۔ اس لئے حضرت جنیدؒ نے اس کی وضاحت کر دی کہ ایسا نہیں ہو سکتا بندہ بہر حال بندہ ہی رہتا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے فنا کی جو تعلیم دی ہے آپ کی صوفیانہ تعلیمات میں یہ نکتہ بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ مابعد کے بعض صوفیاء نے حضرت جنیدؒ

marfat.com

کے مفہوم کو نہیں سمجھا ہے اور گمراہ ہو گئے۔ چنانچہ ابو نصر سراجؒ نے لکھا ہے کہ!

''بغداد کے بعض صوفیاء نے اپنے عقائد میں ٹھوکر کھائی ہے۔ انہوں نے فنا کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ جب سالک ذاتِ باری میں فنا ہو جاتا ہے تو خدائی صفات سے متصف ہو کر خدا بن جاتا ہے لیکن یہ عقیدہ سراسر کفر ہے کیونکہ اس کا مطلب حلول ہے اور یہ عقیدہ عیسائیوں کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا مسیح میں مجسم ہو گیا۔ فنا کو مفہوم یہ ہے کہ جب بندہ اپنی ذاتی صفات کو فنا کر دیتا ہے تو وہ اپنی مرضی کی بجائے اللہ کی مرضی پر چلتا ہے اور یہ ایک مقام ایک حالت ہے ان لوگوں کی جو توحید کے متلاشی ہوتے ہیں اور یہ توحید کی آخری منزل ہے۔''

اسلامی تصوف میں حضرت جنیدؒ کا مقام یہ ہے کہ انہوں توحید کی تعلیم کو مرتبہ کمال تک پہنچایا جس پر کسی نے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ ان کے بعد صوفیاء نے توحید پر جو کچھ لکھا اس میں انہی کی تعلیمات کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اسی لئے وہ سیّد الطائفہ کہلاتے ہیں۔

marfat.com

حضرت جنیدؒ کی تعلیمات کے سلسلے میں ان کی ایک کتاب جس کا نام معالی الہمم ہے۔ اس کتاب کو امامِ معرفت واصل حق اسرار و رموز کے مالک و شناسا معرفت کی راہ کے لئے بے مثال امام اور معرفت کی ظاہری اور باطنی تمام واردات کو جاننے والے، تجلیات کو روشن کرنے والے، عارفوں کے گروہ پر سورج کی روشنی کی طرح نور لانے والے، پردوں کو دور فرما کر طالبِ معرفت کو وصل کا قرب دینے والے، اسرارِ لاہوتی اور رموزِ جبروتی کو واضح کرنے والے، اللہ کے چمکتے ہوئے شعلہ کے ساتھ چمکانے والے اور اللہ کی رضا کے طالب اور اللہ کی ذات میں گم ہونے والے، کراماتِ الٰہی کے مختلف دلائل کو جاننے والے اور خدا کے روشن اور واضح برہان قطب الاقطاب حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ جن کی بلندیٔ شان کی حد نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر نعمتیں عنائیت فرمائی ہیں کہ جن کی کوئی حد نہیں۔ اس عظیم علم کی نورانیت کے مطابق آپ نے اس کتاب کو تصنیف فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں!

''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہیں کہ اس نے بلند ہمتوں کے ساتھ بعض حضرات کو برگزیدہ فرمایا اور اسی ذات نے ان حضرات کی ہمتیں بلند فرمائیں۔ یہاں تک کے ان کو اپنے وصال کی لگن لگا دی اور اپنے خاص احسان سے اصفیاء کے فکر کو نہایت بلند کر دیا اور اپنی خاص عنایت فرما کر اولیاء کرام کے دلوں کو اپنے جمال کی تجلیات سے بھر دیا اور اپنی محبت سے مشرف فرمایا۔ حمد و ثناء اس کے لئے ہے جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور نہ اس کی بارگاہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے پاس جایا جا سکتا ہے اور نہ اس کے سوا

marfat.com

کوئی دوسرا ذمہ ہی لے سکتا ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی رہنمائی کر سکتا ہے اور نہ ہی دلیل بن سکتا ہے لہٰذا ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس معبود حقیقی نے اپنی بارگاہ کے طالبوں کی روحوں کو توحید کے ذکر سے پاکیزہ کر دیا ہے اور انہیں شرک و گناہ سے بچا لیا اور فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ خاموش رہنے والوں کے دلوں میں کیا راز پوشیدہ رکھا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ہم ان دلوں سے بھی واقف ہیں جو ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ عاشقوں پر دن رات کی گھڑیاں کتنی لمبی ہو جاتی ہیں اور وہ وصل کے طلبگار دلوں سے پردہ دور فرماتا ہے اور عارفوں کی بلند ہمتوں سے واقف ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور آنحضرت ﷺ اللہ کے نہایت روشن دوست ہیں اور اس کی تمام مخلوق میں بہترین خلق ہیں اور یہ وہ ذات ہیں کہ جن کے آنے کے ساتھ حق زمین پر آ گیا اور اظہارِ نبوت کے ساتھ باطل مٹ گیا اور حضور اکرم ﷺ کے نورِ پاک سے تمام زمین منور ہو کر جگمگا اُٹھی۔ لاتعداد درود و سلام آپ پر اور آپ کی آلِ اطہار پر نازل ہوں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں! ''میرے بھائیو اور دوستو! میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو غفلت کی نیند سے بیدار فرمائے اور خواہشاتِ نفسانی و غفلتِ روحانی کی نیند سونے والے کب تک سوتے رہیں گے۔ اے اللہ ہم کو وہ راز دکھا دے جو صدیقوں پر پوشیدہ رکھا گیا اور اہل صدق نے اس کو تلاش کیا۔ اے اللہ عزوجل کیا عجیب شان کہ یہ طالب ہیں جو تیری تلاش کرتے ہیں۔

marfat.com

خوب جان لیجئے کہ ہر ہشیار اور خبردار آدمی اس کی پناہ میں آتا ہے۔ اس کی قسم میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں مگر وہ صدیق اور صدیقِ معرفت وہی ہیں جو صاحبِ ہمت ہیں اور یہ بلند ہمت عارف آپ کو صوفیاء کے گروہ میں ملیں گے۔

اور میں نے جب اَولیاء کے گروہ پر نظر دوڑائی تو میں نے دیکھا کہ اکثر اس زمانے کے صوفیاء علم طریقت و معرفت سے بے خبر اور سلوک سے ناواقف ہیں بلکہ جہالت یہ ہے کہ اپنے نفس کا خود اندازہ نہیں کرتے اور اپنی ہمت کی بلندی کو نہیں پہچانتے اور نہ کبھی یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی قلبی وسعتیں اللہ ﷻ کے ہاں کس قدر بلند اور قیمتی ہیں اور نہ کبھی یہ سوچتے ہیں کہ اللہ کریم کے احسانات و عنایات کس قدر زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ان حضرات کو اپنی معرفت کے لئے چن لیا ہے اور اپنی بارگاہ میں انہیں جگہ دی اور ان کو دعوت دی ہے کہ میرے اور قریب ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جنابِ مقدس سے ان پر شفقت کو نازل فرما کر انجام سے بے خبر کر دیا اور منزل بہ منزل واقف فرما کر ان پر احسانِ عظیم کیا ہے اور اس نے ہمیں دل دیئے اور دلوں کو محبت دے کر حبیبِ اکبر کا لقب خود اختیار فرمایا اور عزت و جلال کی وادیوں میں خود پردہ فرما کر ہمیں دعوتِ دیدار دے کر دیدار کی طلب لگا دی۔ جن بندگانِ بارگاہ نے اس کو طلب کرنا تھا وہ خواہشات کے اندھیرے صحراؤں میں حیراں و سرگرداں ہو گئے۔ اس فن کے اُستاد اس طرح بے خبری سے چلے گئے کہ مولا کریم کی عبادت کو چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی اور خواہشات کی پوجا کرنے

marfat.com

لگے اور نفس کے اس فریب میں یوں کھو گئے کہ سمجھتے ہی نہیں اور وہ قوت جو ان کو پہچان میں لا کر دلوں کو بیدار کرنے والی ہوتی ہے وہ قوت حرارتِ عشق تھی، وہ اس قدر سرد ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب کرنے کے قابل ہی نہیں اور ضرورت اس بات کی ہے کہ جب صدقِ یقین کی طرف ان کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کر لیں لیکن وہ چنگاریاں جن کو قدرت نے عشق کے لئے ان کے دلوں کے اندر رکھا تھا وہ یوں سرد ہو گئیں کہ اَب یقین نہیں آتا کہ کبھی یہ آگ روشن ہو جائے گی۔ انہی کمزوریوں اور ہمتوں کی پستیوں اور گمان کی برائیوں کو دیکھ کر میں نے یہ ارادہ کیا کہ ایک کتاب لکھوں جس کے مطالعہ سے پست ہمتیں بلند ہو جائیں اور یقیں میں کمال پیدا ہو جائے اور عشق کی دبی ہوئی چنگاریاں دوبارہ روشن ہو کر عشق کی آگ لگا دیں اور جاہلوں کو ان کی جہالت سے نکال لیں۔ کتاب کا لکھا جانا اللہ کی عنائیت اور اس کی توفیق سے ہے اور اس کے احسان سے علومِ معرفت کو قلم بند کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کا ایک خاص مقصد یہ ہے کہ مریدوں کو علمِ معرفت سے واقف کر دیا جائے اور اللہ کی طرف راغب ہونے والوں کو غور و فکر کا ملکہ حاصل ہو سکے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کو آدابِ محبتِ بارگاہِ الٰہی سکھا دیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہر اس شخص پر اپنی خاص رحمت و مہربانی فرمائے جو اس کتاب کو غور و فکر کے ساتھ اور عزت و حرمت کی نگاہ سے پڑھے اور جن مضامین کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے وہ اس طرح کے ہیں کہ جس سے عارف کی ہمت و استعداد بلند ہو سکے اور غافل اپنی ہمت کی بلندی سے

maktabah.org

واقف ہو جائے۔ عارف پر یہ لازم ہے کہ جو اس راہ کا شعور نہ رکھتا ہو اس کے سامنے اپنی وارداتِ قلبی کو بیان نہ کرے۔ اس لئے کہ اکثر لوگوں کی عقل اس طرح کی نہیں ہوتی کہ وہ ان وارداتِ قلبی کو جان سکیں اور اس کو جاننے والا گروہ نہایت مختصر ہے جو قلبی واردات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اس معرفت کی راہ پر چلنے والے اپنی تعداد میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور کوشش کرنے والوں کی کمی ظاہر ہے اور عارفوں کے مرتبوں سے بھی بہت کم لوگ واقف ہوا کرتے ہیں اور اہل اللہ کی عزت و حرمت اور شرف و بزرگی سے بھی اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا اہل ہمت و سلوک کو اپنے اشارات جہلا عوام سے محفوظ رکھنے چاہئیں۔

اللہ جل جلالہ ہم سب کو اپنی جنابِ مقدس کی طرف آنے کی توفیق و برکت عنایت فرمائے اور میں اللہ تعالیٰ سے توفیق و قوت طلب کرتا ہوں ان اعمال پر جن کو وہ پسند فرماتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ ہم کو حق پر ثابت قدم رکھے اور اس کی ذات مقدس پر توکل کرتے ہیں بے شک وہ قوت و احسان کا مالک ہے اور قدرت فضل والا ہے اور بخشنے والا مغفرت کرنے والا اور رضا کا مالک ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ مزید فرماتے ہیں! ''اللہ والو جان لو کہ دلوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمت کے پر پیدا کئے ہیں جن سے انسان اُڑ کر اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے۔ مختلف ہمتوں کے انسان اپنی اپنی حاجتوں اور ضرورتوں میں لگے رہتے ہیں۔ دل کی مثال اُڑنے والے پرندوں کی طرح ہے ہر پرندہ اپنی پرواز کی ایک منزل مقرر کر لیتا ہے اور اس کی طرف اپنے

marfat.com

بازوں اور پروں کی قوت سے اُڑتا ہے۔ جس قدر اس کے بازو طاقتور ہوں گے اور پر مضبوط ہوں گے اور بدن تندرست وتوانا ہوگا اس کی پرواز اس قدر زیادہ پختہ اور حوصلہ مند ہوگی۔ اس تمام نظام کے باوجود پرندے کو اس وقت خوشی حاصل ہوتی ہے جب وہ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ جائے گا اور جب پرندے کی متعین کی ہوئی منزل آ جائے گی تو وہ پرندہ اپنی پرواز بند کر کے نیچے اُتر آئے گا اور اپنی منزل پر پہنچ کر آگے نہیں بڑھے گا۔

اسی طرح تمام انسانوں کی پرواز ہے کہ وہ اپنے مطلوب ومقصود کو حاصل کرنے کے لئے اپنی ہمت کے مطابق پورا زور استعمال کرتے ہیں اور یہ یقیں کی قوت اور ارادے کی پختگی کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔ مقصد کے حاصل ہو جانے کی صورت میں انہیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جب یہ اپنے مقصود میں کامیاب و بامراد ہو جاتا ہے تو انسان رُک جاتا ہے اور اس سے آگے جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اسی پرواز کی جانب قرآنِ حکیم میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی ﷺ کہہ دو ان لوگوں سے کہ ہر شخص اپنی باطنی شکل کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ انسان کی قدر و قیمت بھی اسی ہمت کے مطابق ہے اور اللہ کے نزدیک بھی اس کی قدر ومنزلت اسی ہمت کے مطابق ہے اور جب لوگوں کی ہمتیں اور ارادے مختلف ہیں تو جس نے اپنی ہمت کی پرواز کو دُنیا کی طلب میں لگا دیا تو اس شخص کی ہمت بیکار گئی۔ صرف وہ حصہء دُنیا جو اس نے حاصل کر لیا ہے اس کے لئے وہی ہے اور جس شخص نے اپنی ہمت کی پرواز اور اس کی تمام حرکات وسکنات کو آخرت کے حصول کے لئے وقف کر دیا تو اس شخص نے حصولِ جنت کی کوشش کی اور اپنی ہمت وارادہ کی

marfat.com

ایک اندازاً قیمت لگا لی۔ ان کے برعکس جس شخص نے اپنی ہمت کی تمام حرکات وسکنات وارادے کو اللہ کی طلب میں لگا دیا اس شخص کی پرواز کی کوئی آخری قیمت نہیں لگا سکتا اور نہ ہی اس کی کوئی آخری حد ہے اور نہ اس شخص کی قیمت کا اندازہ ہوسکتا ہے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے قبول کرلیا ہے۔ اس لحاظ سے انسان کے تین گروہ بن گئے!

۱۔ طالبانِ دُنیا

۲۔ طالبانِ عقبیٰ

۳۔ طالبانِ مولیٰ

ان تینوں گروہوں نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اپنے مقاصد کے حاصل ہونے کی دعائیں مانگیں۔ دُنیا دار نے اللہ تعالیٰ سے دُنیا کو مانگا، آخرت کے طلبگار نے جنت طلب کی اور اللہ کے طلبگار نے اللہ کریم سے اسی کو مانگا۔ ہر مانگنے والے نے یہاں بھی اپنی پرواز کے مطابق سوال کیا اور اپنی اپنی مرادوں کو سامنے رکھ کر اللہ کریم سے مطلب براری کا تقاضا کیا۔ جس کے دل پر دُنیا کی نعمتیں اپنا اثر کر چکی تھیں وہ دُنیا پر عاشق ہوگیا اور دُنیا کو طلب کرنے لگا اور اپنے معشوق سے منت وسماجت کرنے لگا اور اللہ سے بھی یہی عرض کیا کہ یااللہ مجھے دُنیا دے۔ یہ شخص دُنیا کو طلب کرنے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں درخواست گزار ہوا۔ حقیقت میں اس شخص نے تو دُنیا کو مانگا لیکن عادت کے مطابق چند دوسری دُعائیں بھی طلب کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کے مطابق جو چاہا اس کو عنایت فرمایا۔ دوسرا وہ شخص جس کے دل میں آخرت کی اچھائی کو حاصل کرنے کا پختہ ارادہ ہوگیا اور جو جو نعمتیں

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیار کیں اور ان کی خبر دی سونے چاندی کے محلات اور حور وغلمان اس کا عشق ان چیزوں سے ہو گیا۔ اپنی مطلوب کو چھوڑ کر دوسری طرف جانا ناممکن تھا۔ لہٰذا اس نے اللہ کریم سے عرض کی اور شب و روز دُعائیں مانگیں کہ اے اللہ مجھے جنت عطا کر دے اور بعض دوسری دُعائیں بھی عادت کے مطابق مانگیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق جس قدر چاہا آخرت سے اس کو حصہ عطا کر دیا۔

بہت سے انسان ایسے ہیں کہ جن کے دلوں میں اپنے خالق و مالک کی محبت جلوہ گر ہوتی ہے اور ان کے ارادہ کی دُنیا ہر طرف سے ہٹ کر اللہ کی طرف راغب ہو جاتی ہے، شوق میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کے دل میں حرارتِ عشق غالب آ کر بدن کی ہر کدورت کو جلانے لگتی ہے۔ پھر یہ حالت ہوتی ہے نظریں دیدار کے شوق میں تجلیات کا انتظار کرتی ہیں۔ طالب قریب سے قریب ہوتا جاتا ہے اور عہدہ پنہاں خود بخود ہونے لگتا ہے۔ ان حضرات کو عشقِ الٰہی کے شوق سے فراغت حاصل نہیں ہو سکتی کہ یہ دوسری جانب قدم رکھیں۔ عاشقوں کا ہمیشہ یہ کام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگتے رہیں۔ عاجزی، انکساری، بیقراری اور آہ زاری اس کی بارگاہ میں پیش کرتے رہیں اور بغیر کسی واسطے کے اس سے سوال کریں اور طالبِ حق اس کی طلب کے سوا ہر سوال کو ترک کر دیتے ہیں۔ بعض ضروریات کے باوجود اس کی بارگاہ کی شانِ جلالت اور عزتِ ربانی کی بناء پر ہرگز سوال نہیں کرتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان عاشقوں کی ہمتیں اتنی بلند ہوتی ہیں کہ مصائب گویا مصائب نہیں رہتے اور اللہ کے ساتھ خاص ہو جانے کی وجہ سے

marfat.com

اس کی رضا پر ہر معاملے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جب عاشقوں کا معاملہ اس طرح ہوتا ہے تو ان کے مقابلہ پر اللہ کریم ان حضراتِ عاشقانِ بارگاہ کی اُمیدیں منقطع نہیں فرماتا۔

عزیز من! دُنیا، آخرت، مولیٰ کریم یہ تین چیزیں آپ کے سامنے رکھی ہیں اور آپ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ان تین چیزوں میں سے اپنے لئے ایک چیز کو پسند کر سکتے ہیں اور ہر چیز کے اوصاف بیان ہو چکے ہیں۔ ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق ایک چیز کو اپنے لئے بیان کر لیا ہے۔ اگر آپ کو دُنیا حاصل کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دُنیا کو طلب کرنا ہے تو یہ بات یاد رکھیں کہ دُنیا کو روزِ اوّل ہی سے تقسیم کر دیا گیا ہے اور رزق کو بھی اللہ تعالیٰ نے تقسیم کر دیا ہے۔ لہٰذا مقدر سے زیادہ رزق حاصل نہیں ہو سکے گا اور نہ زیادہ کسب کرنے سے رزق حاصل ہوگا اور نہ ہی زیادہ تدبیریں سوچنے سے رزق میں اِضافہ ہوگا۔ انتہائی لالچ کرنے سے بھی رزق میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔ زاہدوں کو زہد سے، عابدوں کو عبادت سے اور عارفوں کو معرفت کی وجہ سے رزق زیادہ نہیں ملے گا اور نہ ہی جاہلوں کی جہالت سے اس میں کمی بیشی ہو گی۔

اگر آپ نے اللہ سے آخرت کو چاہا ہے تو عقبیٰ کی بہتری اسی قدر حاصل ہو گی جس قدر اعمال نیک ہوں گے اور اعمال کے نیک ہونے کے لئے توفیق کی ضرورت ہے۔ جب آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اے اللہ! میری آخرت کو بہتر کر دے تو آپ کو نیک اعمال کرنے کی توفیق حاصل ہوتی جائے گی۔ جس قدر دُعاؤں میں عجز وانکساری ہوگی اسی قدر دُعا کے نتائج

marfat.com

بہتر ثابت ہوں گے۔ اعمالِ خیر کرنے کی طاقت زیادہ حاصل ہو گی اور نیک اعمال آخرت میں کامیابی کی طرف لے جائیں گے اور جنت کے درجات، جنت کی نعمتیں اور تمام طرح کی جنت کی اچھائی نیک اعمال کی زیادتی اور کثرتِ عبادت پر منحصر ہے۔ جب تک آپ کو ثواب کی طلب رہے گی اور نیک اعمال کرتے رہو گے ذاتِ الٰہی سے قرب حاصل ہونے میں جو حجابات ہیں وہ دُور نہیں ہوں گے اور مال سے محرومی رہے گی۔ معرفتوں کی لذتوں کے حاصل ہونے اور دربارِ الٰہی کے حاضر ہونے اور کبیر الاکبر سے عشق کو حاصل کرنے سے پوری طرح محروم رہو گے۔

لہٰذا اگر آپ کا ارادہ ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت کرنے کا ہے تو اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ سے اپنی نظروں کو کسی دوسری طرف ہرگز نہ پھیرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ جلالت خود اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی محبت کے بعد کسی دوسری طرف نگاہ نہ کی جائے۔ اس کا وصل طلب کرو اور اسی کے قریب ہو جاؤ۔ تمہاری آنکھیں ظاہری عام چیزوں کو دیکھنے سے بند ہو جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے مدد حاصل ہو سکے اور دل کی آنکھیں کھل سکیں اور آنکھیں ان چیزوں کا مشاہدہ کریں جن کے ساتھ آپ کا دل پوری طرح مسرت حاصل کر لے اور جب غیر اللہ تجھ سے غائب ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں نظر آنے لگے گا۔ تمہارا دل اس قدر وسیع ہو جائے گا کہ تجلیات کی لذتیں اس میں سما جائیں گی اور تمہیں تمام کائنات پر فخر حاصل ہو جائے گا کہ تم نے کُل کو ترک کر کے ایک مالکِ کُل سے محبت کر لی

marfat.com

سے محبت کے اس دعویٰ کو جب شرفِ قبولیت حاصل ہو جائے گی تو قبولیت

کی مسند پر جلوہ گری فرما کر تمہیں تاجِ ولایت سے سرفراز فرمایا جائے گا اور مردِ عارف تمام نظام سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ اگر تجھ سے کوئی سوال کرے تو تیری زبان اہل محبت و عشق کی ہو گی۔ انفرادی شان کے ساتھ اس کے ساتھ منسلک ہو کر جواب دے گا اور محبت ہی کی زبان سے جواب دے گا اور راہِ محبت کی تمام دشواریاں خود آسان ہوتی جائیں گی۔

اس مقام کو حاصل کر لینے کے بعد سالک پر اس طرح کے حالات و واقعات اور مقامات طاری ہوں گے کہ وہ اپنی زبان سے ہرگز اس مقام کے اوصاف بیان نہیں کر سکے گا۔ لیکن وہ خود اپنے اوصاف بیان کرے گا اور تُو سنے گا۔

اس طرح یہ تین گروہ بن گئے طالبِ دُنیا، طالبِ آخرت اور طالبِ اللہ۔ ان تین طرح کے لوگوں کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے!

> ''یعنی پھر ہم نے وارث کر دیا کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں میں سے، ان میں ایک گروہ درمیانہ روّی اختیار کرنے والوں کا ہے اور ایک گروہ اعلیٰ مقام اور بھلائی کو حاصل کرنے والوں کا ہے جو آگے ہیں اللہ کے حکم سے اور یہ تو اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔''

اس آیتِ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اولادِ آدم میں بعض لوگ وہ ہیں جو میری طرف دُنیا کے لئے آتے ہیں اور دُنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض

maktabah.com

لوگ میری طرف دونوں جہان طلب کرتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو میری طرف آتے ہی نہیں نہ دُنیا مانگتے ہیں اور نہ دین و آخرت مانگتے ہیں اور بعض صرف آخرت و جنت کو مانگتے ہیں اور ایک جماعت کو تم دیکھو گے جو توحید و اسلام پر عقیدہ میں مستحکم ہو گی اور دل میں نیک اعمال کرنے کے لئے بے چین رہتے ہوں گے لیکن عملی زندگی میں یہ لوگ گناہ اور نافرمانی کرتے ہوں گے اور دُنیا کی تمام زندگی یہ لوگ غفلت و جہالت میں گزار دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے مغفرت کا صحیح مقام حاصل کرنے میں سخت خطرہ ہے لیکن مہربانِ حقیقی ان پر اپنا کرم فرمائے اور یہ توبہ کر لیں تو اس کی رحمت سے دور نہیں کہ مقبولِ بارگاہ ہو جائیں۔ ایک گروہ مومنوں کا دین پر مستحکم و مضبوط چلا جا رہا ہے۔ عبدیت میں یہ لوگ سچے ہیں اور اپنے دلوں میں معرفت کی تڑپ رکھتے ہیں اور دُنیا کی تمام زندگی عزت و احترام کے ساتھ گزارتے ہیں اور اپنی زندگی کا بلند و بزرگ مقام اس وقت تک قائم رکھتے ہیں کہ جب حساب کا دن ہو ان کو بخشش حاصل ہو اور وہ آخرت کی نعمتوں کو پالیں اور اپنے بہتر انجام کو پہنچ جائیں۔ ان میں ایک گروہ محبتِ الٰہی عشقِ ربانی حاصل کرنے پر اپنے دلوں کو لگا دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے دل نورِ محبت سے پوری طرح روشن و نورانی ہوتے ہیں اور ہر وقت اسرارات اَزلی اور انعاماتِ اَبدی اور حضوریٔ بارگاہ کے منتظر رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بسر ہوتی ہے اور یہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی بارگاہ سے غیر حاضر نہیں ہوتے۔ ان حضرات کو مقامِ مشاہدہ اور دولت دیدار کا فیضان حاصل ہو جاتا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کا ترجمہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ ایک گروہ نے

marfat.com

اللہ تعالیٰ کو دُنیا کے لئے کافی خیال کر لیا ہے جبکہ دوسرے گروہ نے اللہ جل شانہٗ کو آخرت کے لئے خاص کر لیا ہے۔ ایک گروہ نے دُنیا کو ذہن سے نکال دیا اور آخرت کو دیکھنے سے پردہ کر لیا اور خالص اللہ کے ہو گئے اور جس شخص نے اللہ کو کافی جان کر اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا اور وہ خالص اللہ کا ہو گیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور اس کا قرب چاہا، دُنیا و آخرت دونوں جہاں خود ہی ان کی غلامی میں آ جائیں گے۔ اس مضمون کی جانب حدیثِ پاک میں ارشاد ملتا ہے کہ اللہ کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد یاد رکھو! جو ہم کو اپنے لئے کافی جانتا ہے اور ہمارا بن جاتا ہے ہم بھی اس کو اپنا بنا لیتے ہیں اور اس کو کافی ہو جاتے ہیں اور جو شخص یہ جانتا ہے سب چیزیں ہمارے پاس ہیں اور ہم تمام کائنات کے مالک ہیں اور جو شخص ہم پر بھروسہ نہیں کرتا ہم بھی اس کے نہیں ہوتے اور ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہ مخواہ اس کے بن جائیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ارشاد فرماتا ہے! ''کیا اللہ تعالیٰ تجھے خود کافی نہیں، بیشک وہ ہر چیز کا خود گواہ ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا رب تیرے لئے کافی ہے۔

اس سلسلے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے

کفانی ان نی عیب ضعیف

لغفار دُستارِ لطیف

''میرے لئے تو میرا ضعیف ہونا کافی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عیبوں کے چھپانے اور گناہوں کے معاف کرنے

marfat.com

میں اپنے کریم ہونے کا اظہار فرماتا ہے۔''

وَلیس الفخرلی سفھا وَعارًا
اذا کان افتخاری اللطیف

''اور میرا حق نہیں کہ میں فخر کروں کہ اس لئے کہ میرے اندر کم عقلی اور گناہ پر شرمندگی ہے۔ ہاں فخر یہ ہے کہ میں بندہ اللہ والا ہو جاؤں۔''

ولاارض سوالمحبوب سولی
ولاشئی سواوجہ اللطیف

''اور جس زمین میں محبوب نہ ملے وہ بُری زمین ہے۔ اس لئے کہ کائنات میں حسین چہرہ کی محبت کے سوا کچھ نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں۔''

ولاشئی من الاشیاء اجلیٰ
ولااطیب من الانس لطیفِ

''اور جس قدر چیزیں حسین ہیں ان میں محبت سے بڑھ کر نہ کوئی چیز حسین ہے اور نہ زیادہ پاکیزہ ہے۔''

اللہ والو ان باتوں کو اچھی طرح سمجھو جس کو میں نے تمہارے سامنے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ نوعِ انسانی کی ہمتیں الگ الگ مدارج کی حامل ہوتی ہیں۔ کسی چیز کی قدر و قیمت اس کی بلندیٔ وصف پر مقرر ہوا کرتی ہے۔ اس بات پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا عوض رکھا ہے لیکن محبتِ الٰہی کا کوئی عوض نہیں تاکہ وہ قیمت بن سکے اور عوض ہو سکے اور بصورتِ عوضِ محبت

marfat.com

اس کو ادا کیا جائے۔ تمام کائنات کا حاصل اس کے سوا کوئی نہیں اور جس نے اس کو حاصل نہ کیا اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی موجود ہے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب سے فرمایا آپ یہ کہہ دیں کہ اللہ کہہ دینے کے بعد ہر چیز سے دستبردار ہو جاؤ۔

اگر تم اس کلام کو سمجھو گے تو ہمارے بیان سے واقف ہو گے تو بہتر ورنہ ہم اپنا مقصد اور زیادہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ تم معرفت کے ان حقائق سے پوری طرح واقف ہو جاؤ۔ اس کی زبان زیادہ آسان ہے اور عبارت بھی زیادہ اعلیٰ اور آسان کر دی ہے۔ پہلی عبارت کے مقابلے میں تا کہ تم تھوڑی سی غور وفکر سے اللہ کے حکم سے پوری طرح حقیقت سے واقف ہو جاؤ۔

حضرت جنیدؒ آگے مزید فرماتے ہیں!

اللہ والو! یاد رکھو اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جو اپنی تمام خواہشاتِ روحانی ونفسانی دُنیا سے اُٹھا لیتے ہیں اور پھر آخرت کی خواہشات کو بھی ترک کر دیتے ہیں اور خالص اللہ کریم کے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک وقت ایسا بھی ان پر آتا ہے کہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کس نے کس چیز کو ترک کر دیا ہے۔ وہ دونوں جہانوں سے بے خبر ہو کر اپنے حبیب اور حقیقی دوست کے ساتھ اس طرح ہو جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں کی مسرت، روح کی خوشی اور بدن کی نفاست اسی میں ہوتی ہے اور وہ ابدالابد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں اور دُنیا و آخرت کی طرف ان کی نظر لوٹ کر نہیں آتی۔

marfat.com

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ تمام کائنات سے دل کو فارغ کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دل کو تمام جہاں کے ارادوں سے ہٹا لو اور ہر ارادہ جس کا تعلق کونین کی کسی چیز سے وابستہ ہو اس ارادہ کو چھوڑ دو۔ جو چیز دونوں جہان کی لذت و راحت دینے والی ہے اس کی لذت حاصل نہ کرو اور اپنے ارادے میں صرف اللہ جل شانہٗ کو پختہ کر لو اور اس کو کافی جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو دنیا کے معاملات میں مشغول نہ کیا جائے۔ اسی طرح آخرت کی باتوں میں بھی مشغول ہونا چھوڑ دو اور جو دُنیا کے ساتھ پوری طرح مشغول ہو جاتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دُنیا کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور آخرت کا تعلق مٹ جاتا ہے جبکہ جو آخرت میں مشغول ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتا ہے۔

جو دُنیا اور عقبیٰ کو چھوڑ کر اللہ کا ہو جاتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ مل جاتا ہے اور جس کو اللہ مل جاتا ہے دُنیا اور آخرت کے دونوں جہاں اس کے خادم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ!

''جو شخص آخرت کی کھیتی بنانا چاہتا ہے ہم اس کے لئے زیادتی کر دیتے ہیں اور جو شخص دُنیا کا نفع چاہتا ہے ہم اس کو دُنیا دیتے ہیں اور جو دُنیا کے طلبگار ہیں ان کو آخرت کا بہتر مقام نہیں ملے گا۔''

اسی طرح حدیثِ پاک میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ!

''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور دُنیا کو اس کے سامنے رکھا اور جو کچھ دُنیا میں پیدا فرمایا تمام چیزیں ان کو دکھا دیں تو ایک ہزار انسانوں میں سے نوسو ننانوے (۹۹۹) نے دُنیا کو پسند کر لیا اور ہزار سے صرف ایک

maarfat.com

نے دُنیا کو پسند نہ کیا۔ اَب جس قدر انسانوں نے دُنیا کو پسند نہیں کیا تھا جنت ان کے سامنے رکھ دی اور جنت کی تمام نعمتیں انہیں دکھا دیں۔ یہ تمام لوگ جنت کی طرف دوڑ کر چلے گئے لیکن ہر ایک ہزار کی نفری سے ایک ایسا شخص تھا جو جنت کی طرف نہ گیا اور اپنے مقام پر کھڑا رہا۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی گئی کہ اے جماعت جب تم نے دُنیا و آخرت کو قبول نہیں کیا تو تم کیا چاہتے ہو۔ اس جماعت نے عرض کی کہ اے ہمارے آقا و مولیٰ تو خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تم پر عظیم مصیبتیں اور بلائیں اُتریں گی۔ اس طرح کی آفات و بلیات کے اگر آسمان و زمین پر ڈالی جائیں تو آسمان و زمین اُٹھانے سے عاجز ہو جائیں اور اگر اس طرح کے امتحان میں صبر کرو گے تو پھر مجھے اپنے لئے کافی جان لو گے اور میں تمہیں اپنا قُرب عطا کروں گا اور اپنی تجلیات نازل فرما کر تمہیں لذت دوں گا اور تم سے حجابات دُور کر دوں گا اور تمہاری نگاہوں کو چشمِ بصیرت ملے گی یہاں تک کہ میری عظمت و جلال کو پوری طرح دیکھ سکو گے۔ یہ سن کر عارفوں کی جماعت نے عرض کیا کہ اے ہمارے اللہ تو جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے ہمارے ساتھ کر لے اور تو زیادہ حق دار ہے کہ ہم پر جو چاہے اس بات کو آزما لے۔"

اسی طرح کی ایک اور روایت جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے کہ!

"ایک دن آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ

marfat.com

اے خلیفہء رسول اللہ ﷺ میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ کس بناء پر ہم سب سے زیادہ آگے آگے اور حضور ﷺ کے خلیفہ بن گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کی وجہ سے مجھے تم پر سبقت حاصل ہوئی۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ جب ہم نے اسلام کو قبول کر لیا تو ہم نے دیکھا کہ دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں جن میں بہت سے آدمی آخرت کے طلبگار ہیں اور بہت سے دُنیا کے طلبگار ہیں تو لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ کی طلب اختیار کی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب سے ہم نے اسلام کو قبول کر لیا ہے ہم نے دُنیا کی کوئی لذت حاصل نہیں کی۔ ہمیں جس قدر لذت حاصل ہوتی ہے وہ اللہ کے ذکر میں حاصل ہوتی ہے اور اللہ کے دین کی خدمت میں اور معرفت سے مسرت اسی طرح حاصل ہوتی رہی کہ دُنیا میں مشغول ہی نہ ہو سکے اور نہ ہی دُنیا کی لذت کو حاصل کیا ہے۔

تیسری بات یہ کہ جب سے میں نے اسلام کو قبول کیا ہے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور نہ سیراب ہو کر کچھ پیا اور معرفت کے ضائع ہو جانے سے ڈرتے رہتے تھے اور دُنیا کو چھوڑ کر چلے جانے تک اسی مقام پر قائم رہیں گے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ جب دو باتیں میرے سامنے پیش ہو جاتیں ایک بات میں میرا ذاتی فائدہ اور رضا ہوتی اور دوسری بات میں اللہ کی رضا ثابت ہوتی۔ میں اس بات کو اختیار کرتا جس میں اللہ کی رضا پائی جاتی۔

marfat.com

پانچویں بات یہ ہے کہ میں نے حضور اکرم نبی معظم ﷺ کی صحبت کو نہایت اچھے طریقے سے نبھایا ہے اور حضور ﷺ کی نبوت، عزت و حرمت کو اس قدر برقرار رکھا یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وفات پائی۔"

یہ واقعہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ رونے لگے اور فرمایا!

"ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات آپ کو مبارک ہو پھر مبارک ہو۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا تو ایک بدوی کو دیکھا کہ مسجد کے گوشہ میں سر کو سجدہ میں رکھے ہوئے ہے اور نہایت عاجزی کے ساتھ رو رو کر یہ دُعا مانگ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے میرے اللہ میں تجھے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پس تو مجھے اپنی جانب راہ دکھا دے اور دونوں جہان کو چھوڑ کر تیری طرف آتا ہوں تو مجھے قبول فرما لے اور جو جو اُمیدیں میں نے تجھ سے وابستہ کر رکھی ہیں ان میں تُو کامیاب کر دے اور مجھے نا اُمید نہ کر اور بار بار کہتا تھا کہ جو اُمیدیں تیرے ساتھ ہیں اے مولا تو ان کو پورا فرما دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بدوی کی دُعا سن کر رونے لگے اور بہت زیادہ روئے اور فرمایا کہ لوگوں کی ہمتیں کس قدر مختلف ہیں۔ ایک کی خواہش صرف اپنی خواہش نفس کو پورا کرنا ہے اور دوسرے کی خواہش اللہ کو پا لینا ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک قرآن خواں کو سنا جو یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔

"منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ"

ترجمہ: "کہ تمہیں سے وہ لوگ ہیں جو صرف دُنیا کا ارادہ رکھتے

Marfat.com

ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو صرف آخرت کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

حضرت بایزیدؒ رونے لگے اور فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کریم کی طرف سے اپنے بندوں کی شکایت ہے کہ تم نے دُنیا اور آخرت کو طلب کر لیا ہے اور تمہیں چاہئے تھا کہ مجھ پر راضی ہو جاتے اور جو میں عطا کرتا وہ لے لیتے اور میں تمہارے قریب ہو جاتا اور میں تمہاری آنکھوں کی روشنی ہو جاتا اور میں تمہارے کانوں کی سماعت ہوتا اور میں ہی تمہاری حرکات ہوتا۔

ابوعبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ اے میرے بیٹے تم اللہ کی بارگاہ میں بیٹھو اور اسی سے محبت کرو اور اپنے مولا کو یاد کیا کرو اور اس کی خدمت اختیار کرو اور دُنیا کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ دُنیا کو طلب کرنا باعثِ شرمندگی ہے اور آخرت خود تمہاری تابع فرمان ہے۔ اے پیارے بیٹے جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کو کافی ہوتا ہے اور اللہ پھر یہ بھی پسند نہیں فرماتا کہ اس کا بندہ غیر کا محتاج ہو کر رہے۔ اے پیارے بیٹے یاد رکھو کہ جو اللہ کا ہو کر کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا چاہے وہ چیز اس سے دور ہو جائے گی اور اللہ کے سوا ہر چیز سے وحشت ہو جاتی ہے اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو اللہ کا عارف ہو جاتا ہے، حق و معرفت کو حاصل کر لیتا ہے تو اس کا دُنیا و آخرت سے کوئی شغل نہیں رہتا اور دُنیا و آخرت تو مولا کی مِلک ہیں اور انسان کامل مولا کا ہوگا۔ عارفِ کامل دونوں جہان سے نابینا ہوگا۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے پر القا فرمایا!

"اے میرے بندے میں نے تجھے اپنی معرفت دی اور

marfat.com

اپنی عبادت کی توفیق دی اور بغیر کسی سفارش کے اپنی رحمتوں کو تیری طرف نازل کیا اور اب تجھ کو حکم دیا کہ میرے ذکر میں مشغول ہو جا اور کسی عوض کے حاصل کرنے کی درخواست نہ کر۔"

اس پر ابوعبداللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کم ترین درجہ عارف کو یہ حاصل ہوتا ہے کہ پانی پر خشکی کی طرح چلے اور ہوا پر سوار ہو کر جہاں چاہے جائے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دونوں جہاں سے گزر جائے۔ عارف کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ جس طرح مولیٰ رکھے اس پر صبر کرے اور کونین میں رہ کر حق کے ساتھ اس طرح ہو جائے جس طرح عالمِ دُنیا میں آنے سے پہلے اَزل میں تھا۔

حضرت ابن ابی سلمہؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ دُنیا کی خاطر روتے ہیں۔ ہمیں تو اس بات میں بھی شرم آتی ہے کہ آخرت کے لئے آنسو بہائیں۔

ابوسلیمان درانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے خداوندکریم نے مناسب نہیں جانا کہ دُنیا کو حاصل کریں اور ہمیں اس بات سے الگ رکھا کہ دُنیا کی نعمتوں سے اپنے آپ کو مالدار بنائیں اور بغیر کسی حساب کے ان نعمتوں کو لینا عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ ہمیں یہ بھی حق نہیں دیا گیا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی معرفت سے ہٹ کر دوسری طرف نظر کریں۔

یہ ارشاد عارفہ جناب رابعہ بصریہؒ نے سنا تو فرمایا کہ یہ دُرست کہا ہے کہ ہمیں اس بات کی اجازت نہیں کہ ایک لحظہ کے لئے آخرت کی طرف نگاہ

marfat.com

اُٹھا کر دیکھ لیں کہ جنت میں کیا رکھا ہے اور یہ لمحہ اللہ کی طرف سے ہم غافل ہو کر آخرت میں مشغول ہو جائیں اور جناب عارفہ رابعہؒ نے کہا وہ شخص عارف نہیں ہے جو جنت اور اس کے اندر پیدا کی ہوئی چیزوں کو دیکھنے میں مشغول ہو جائے۔

شیخ المشائخؒ فرماتے ہیں کہ ہم بیت اللہ (مسجد حرام) میں تھے کہ ایک نوجوان آیا جس کی چادر پھٹی ہوئی تھی اور چہرہ پر سخت بھوک اور صبر کی علامات نظر آتی تھیں۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا ترس آیا۔ میں نے تھیلی نکالی جس میں ایک سو دینار رکھے ہوئے تھے۔ میں نے یہ تھیلی اس نوجوان کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ اے دوست یہ رقم وصول کر لے تاکہ یہاں تم کو اخراجات میں پریشانی نہ ہو لیکن اس نوجوان نے میری بات پر کوئی توجہ نہ کی تو میں نے نہایت عاجزی کے ساتھ اس کی منت کی اس نے میری طرف توجہ کی اور کہا کہ اے پیرِ طریقت یہ حالات ہیں جو عارف پر وارد ہوتے ہیں۔ ہم جنت کے سوداگر نہیں ہیں اور نہ جنت کے خریدار ہیں۔ یہ مقام تو دارالجلال اور محلِ بقا ہے، جاءِ قرار ہے۔ یہاں بیٹھ کر کس طرح ذلیل اور رَدّی سی چیز کے عوض اپنی حالت کو ترک کر دیں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمیں تعجب ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی مخلوق جنت کی ذہنوں میں قدر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل معرفت حاصل نہیں کرتے۔ معرفت جنت کا نام نہیں بلکہ معرفت اللہ تعالیٰ کے ولی (دوست) بن جانے کا نام ہے۔

ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک عارف کو کہا گیا کہ اس میت

marfat.com

پر نمازِ جنازہ ادا کریں۔ مردِ عارف نے کہا بہتر...... اور پھر امام ہو کر جنازہ پڑھانے لگے تو آپ نے بجائے چار تکبیروں کے پانچ تکبیریں پڑھائیں۔ لوگوں کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے ہم نے پانچ تکبیریں پڑھی ہیں۔ چار تکبیریں تو جنازہ کے لئے تھیں اور ایک تکبیر دونوں جہاں پر پڑھی ہے۔ یعنی دونوں جہاں سے تعلق ختم کر دیا۔

ابوسلیمان درانیؒ فرماتے ہیں کہ خبردار اللہ کی طرف دیکھنے والے کسی دوسرے کو نہیں دیکھتے۔ لوگوں کو اس لئے پیدا فرمایا گیا تھا کہ اپنے آپ کو برگزیدہ کر لیں لیکن اکثر لوگ تو غافل اور اپنے جوہرِ باطن سے بے خبر ہیں۔ دونوں جہانوں میں جو حصہ ان کو ملتا تھا اس کے حاصل کرنے میں اس طرح مشغول ہو گئے ہیں کہ ذاتِ الٰہی سے حجاب میں آ گئے۔

بعض عارفوں کے وعظوں میں اس طرح کے کلمات کہے گئے کہ اے دُنیا کے طلبگارو دُنیا کو چھوڑ دو، دُنیا تمہیں خود طلب کرے گی اور آخرت کے طلبگارو آخرت کی طلب چھوڑ دو آخرت تمہیں خود طلب کرے گی اور یہ آیت مبارک پڑھی!

"اولم یکفِ بربکَ انهٔ علی کل شئیٍ شهیدٍ ط"

ترجمہ: "اے پیارے حبیب کیا تجھے تیرا رب کافی نہیں؟ (یعنی پروردگار کافی ہے) اور وہ ہر چیز کا گواہ ہے۔"

الٰهی کنت فی البلویٰ

ولا شکویٰ من البلویٰ

ترجمہ: "میرے اللہ میں امتحان میں پڑا ہوں لیکن اس مصیبت پر

marfat.com

کوئی شکوہ نہیں کرتا۔"

مرادی منک ماتعلیم

ملامن و سلویٰ

"میری مراد تو خود ہے اور تو جانتا ہے کہ من وسلویٰ کے لذیذ کھانوں سے اُمید نہیں رکھتا۔"

فان اعطیتنی الدنیا

و ان اعطیتنی العقبیٰ

"اور اگر تو مجھے دُنیا دے یا تو آخرت دے۔"

فلا ارض من الدارین

الا برؤیة المولیٰ

"میں تو دونوں جہاں کے حاصل ہونے پر خوش نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کریم تو نظر نہ آئے۔"

ترکت الناس دینھم وَ دنیا ھم

شغل بحبک یادینی و دُنیائی

"میں نے تو تمام انسانوں کو اور دین و دُنیا کو چھوڑ کر خالص تیری محبت کو اختیار کر لیا ہے۔ تو ہی میرا دین ہے اور تو ہی میری دُنیا ہے۔"

ابوالقاسم حضرت جنید قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اے اللہ والو سنو! اللہ سبحانہٗ اپنے دوستوں کے تمام پوشیدہ اسرارات کو جانتا ہے اور تمام عارفوں کے باطنی استعداد و ہمت کو جانتا ہے۔ وہ جب کسی بندہ کو اپنی ذات

marfat.com

کے لئے پسند فرما کر خاص کر لیتا ہے تو محبت کے مرتبہ کے مطابق اپنے محبوب پر غیرت کرتا ہے اور اللہ کے نزدیک غیرت کا اہم ترین مقام ہے کہ عزت دوست کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ شیطان کا دوست ذلیل ہے اور رحمٰن کا دوست عزت والا ہے اور یہ محبت کا اصول ہے کہ اگر محبّ کو کسی دن محبوب کے دل کی کیفیت پر اطلاع ہو جائے تو وہ ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی محبوب کے دل سے جدا ہو جائے اور اگر محبّ کو اس بات پر خبر ہو جائے کہ یہ محبوب کسی دوسرے سے محبت کرتا ہے یا کرنے لگ گیا ہے تو یہ بات ایک بڑی مصیبت ہو جاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے قریب ہونے کے لئے اپنا قدم اُٹھالے تو اپنے اُٹھے ہوئے قدم کی لاج رکھے اس لئے کہ یہ قدم جس کی طرف اُٹھایا ہے وہ بلند شان والا جاہ و جلال کا مالک ہے لہٰذا اَب اس قدم محبت کو گرنے نہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ محبوبِ مکرم محمد ﷺ کو ارشاد فرمایا ہے کہ

لا تمدّن عینیک الی ما متعنابہ ازواجاً

"اے میرے رسول! جن کو میں نے طرح طرح کے مال و اسباب دیئے ہیں آپ ان کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں حضور ﷺ پر یہ احسان فرما کر حکم دیا کہ ہماری غیرت اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ کسی دوسری جانب اپنی نظر فرما کر کسی کو اپنی نظروں سے دیکھیں۔ لہٰذا غیر کو دیکھنے سے آنحضرت ﷺ کو آنکھیں بند رکھنے کا حکم دیا گیا۔ دوسرے مقام پر حضور ﷺ کو مخاطب فرما کر

marfat.com

ارشاد فرمایا!

ولولا ان ثبتک لقد کدتّ ترکن الیھمْ شیئًا قلیلاءً

''اگر ہم آپ کی حفاظت فرما کر آپ کو مضبوط نہ رکھتے تو ممکن تھا کہ آپ کچھ تھوڑے سے ان کی طرف جھک جاتے لیکن اس طرح نہ ہو سکا۔''

یعنی آپ کو ہم نے خود کسی جانب نگاہ نہیں کرنے دی اور اگر ہم خالص حفاظت نہ کرتے تو آپ کا میلان شاید اُدھر ہو جاتا۔ یہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کی تعریف فرمائی کہ آپ کی ذاتِ مبارک نے کبھی غیر کی جانب التفات نہیں کیا اور قُربِ الٰہی کے تمام آداب کو پورا فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اپنی نظر کو اللہ کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے اور قرآنِ کریم میں یوں اِرشاد فرمایا ہے **مازاغ البصر وما طغیٰ** ''میرے محبوب کی آنکھوں نے نہ غیر کو دیکھا اور نہ ہی کبھی نگاہِ مصطفےٰ ﷺ میں سرکشی پیدا ہوئی'' اور جب حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ نے کسی غیر کی جانب نگاہ نہیں فرمائی تو ارشاد نازل ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہماری بارگاہ میں آئے تو ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان جس قدر حجاب تھے تمام ہٹا دیئے تاکہ دیدارِ کامل ہو اور بلا کیف آپ میری جانب دیکھ سکیں۔ اس کشفِ حجاب کی کیفیت سے قرآنِ حکیم نے اطلاع فرمائی!

ما کذب الفوٰد مارٰی ولقد راہ نزلۃً اخری

''ہمارے محبوب کی آنکھوں نے اللہ کریم کو اس طرح دیکھا کہ دِل کو کامل اطمینان تھا اور دوبارہ اُترتے ہوئے

marfat.com

آسمانوں سے دیکھا تو حجاب نہ تھا۔"

ایک عارف کو میں نے سنا کہ وہ قرأت کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ قاری نے قرآنِ حکیم کی اس آیتِ کریمہ کو تلاوت کیا رَبِّ ارنی انظر الیک "جنابِ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں اپنا دیدار نصیب کر دے۔" جواب ملا لن ترانی "تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔" مرد عارف نے کہا کہ کاش حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سوال انتہاءِ دِل سے نکلتا اور کمال شوق و اضطراب کے ساتھ ہوتا اور بار بار رَبِّ ارنی کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ پہاڑ پر تجلیات کا نزول ہوتا رہتا اور آپ بار بار بیہوش ہو جاتے اور ایک ہزار بار اسی طرح بیہوش ہوتے اور سوال کرتے جاتے اور سوال کرنے سے نہ رکتے اور نہ ہی تُبْتُ الْاٰنَ..... "میری توبہ ہے" کہتے اور نگاہ پہاڑ پر نہ جا کر گرتی کیونکہ پہاڑ غیر اللہ تھا لیکن نگاہ پہاڑ پر جا گری تو دیکھا پہاڑ جل رہا تھا۔ آپ اسی لئے دیدارِ الٰہی سے محروم رہ گئے اور غیر کی طرف نظرِ التفات جا پڑی تھی جو دیدارِ الٰہی کے لئے مانع ہو گئی اور اگر عشقِ حقیقی کی تڑپ کے ساتھ جنابِ موسیٰ دُعا فرماتے تو تمام حجاب دور ہو جاتے اور لن ترانی کی آواز نہ سنتے۔ التفاتِ دوستی بلکہ زیارت نصیب ہو جاتی۔ تو دیدارِ الٰہی سے محرومی کی اصل وجہ غیر اللہ کی طرف دوستی کرنا تھا۔ دوستی و محبت کے اُصول کے خلاف غیر اللہ کی طرف التفات کا واقع ہونا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان کے پاس دُنیا کے خزانوں کی چابیاں تھیں وہ میرے سامنے پیش فرمائیں لیکن میں نے نہ تو خزانوں کا خیال کیا

marfat.com

اور نہ ہی چابیوں کو ہاتھ لگایا اور اللہ کریم کی جلالیّت و ہیبت مجھ پر چھا گئی۔

ایک حکایت ہے کہ جناب حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے طلبِ صدق میں تیس برس تک محنت کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک دن میں پہاڑوں کے درمیان یوں ہی گشت کر رہا تھا کہ ایک شخص کو میں نے دیکھا جو ایک بلند پتھر پر کھڑا تھا۔ میں اس کے قریب گیا اور اس کا دامن پکڑ کر رونے لگا۔ اس بزرگ نے میری طرف نظر بھر کر دیکھا اور فرمایا اے سری سقطی میرا دامن چھوڑ دے میرا دوست سخت غیرت کرنے والا ہے اگر اس نے دیکھ لیا کہ میں اس کے سوا کسی دوسرے کو دوست رکھتا ہوں تو وہ اپنی نظروں سے مجھے گرا دے گا۔

ایک اور حکایت ہے کہ حضرت ابو عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں سفر میں تھا کہ میں نے ایک پہاڑ پر لاتعداد لوگوں کو دیکھا کہ جمع ہو رہے ہیں اور بعض انتظار میں کھڑے ہیں تو میں نے کہا کہ آپ لوگ یہاں کس لئے جمع ہو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اس پہاڑ کی ایک طویل غار ہے اور اس غار میں ایک بزرگ حضور ﷺ کے ماننے والے عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور ایک سال کے بعد اس غار سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ حاضرین کے لئے دُعا فرما کر دوبارہ اس غار میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ بات سن کر میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ ان کا دیدار حاصل کروں۔ انتظار کرنے والوں کے ساتھ میں بھی بزرگ کی زیارت کا انتظار کرنے لگا۔ چند ساعتوں کے بعد ٹاٹ کے کپڑے پہنے ایک بزرگ غار سے باہر تشریف لائے۔ ان کا چہرہ مبارک نورِ معرفت سے چمک رہا تھا۔ میں بھی حضرت کے

marfat.com

قریب ہو گیا اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ پھر عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے نیک بندے اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اپنے متعلق تعارف کروا دیں۔ آپ نے میرے سوال پر صرف اس قدر فرمایا کہ بھائی میرے کپڑے کو چھوڑ دو میرا دوست بڑا غیرت کرنے والا ہے۔ یہ فرما کر اپنا دامن مجھ سے چھڑا لیا تو میں شوقِ دیدار میں آپ کو دیکھتا رہا۔ دیکھتے دیکھتے وہ جس غار سے تشریف لائے تھے اسی میں غائب ہو گئے۔

حکایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ تیس سال تک مسلسل جنت مجھے دکھائی جاتی رہی اور جنت کی اندرونی نعمتوں کو دکھایا جاتا تھا لیکن میں نے کبھی ایک لمحہ بھی جنت کا تصور نہیں کیا صرف اس خیال سے کہ اللہ کریم کی جلالیت کہیں اس بات کو پسند نہ کرے لیکن ایک دن جنت کی حُور کی طرف تعجب سے نگاہ اُٹھ گئی۔ یہ نگاہ اس قدر سخت واقع ہوئی کہ دس دن تک اللہ کریم کے لقاء اور نظارۂ تجلیات سے محروم ہو گیا۔

ایک عارف کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا، آج کی صبح کس طرح ہوئی۔ عرض کیا آج کی صبح یہ واقعہ ہوا کہ تمام کونین کو میرے لئے حاضر کیا گیا اور ساتھ ہی یہ حکم نافذ کیا گیا کہ خبردار دونوں جہاں کی طرف نگاہ نہ کرنا۔

حکایت ہے کہ ایک بزرگ تھے جو کبھی دائیں بائیں نہیں دیکھا کرتے تھے اور نہ ہی کسی کو نظر بھر کر دیکھتے تھے۔ ایک دن ان سے کہا گیا کہ آپ نے کبھی اِدھر اُدھر نہیں دیکھا کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ایک پیالہ محبت کا جس کو پلا دیا گیا ہو وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ دائیں بائیں دیکھا کرے۔

marfat.com

یہاں تک کہ میں نے ایک دفعہ طوافِ کعبہ کرتے ہوئے ایک شخص کی آواز سنی جو مجھے نام لے کر پکار رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھنے کا ارادہ کیا کہ آواز آئی جو شخص مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کو دیکھے گا وہ ہم سے نہیں ہوگا۔ یہ آواز سنتے ہی میں غش کھا کر گر پڑا۔

ایک عارف تھے جو کسی جنگل سے گزر رہے تھے تو آپ کی سواری ہلاک ہوگئی اور زادِ راہ بھی ختم ہوگیا۔ آپ کو ضروریاتِ سفر میں سخت پریشانی ہونے لگی۔ ایک کنواں دیکھا اور چاہا کہ ایک ڈھول نکال کر پانی پئیں اور کچھ ساتھ لے جائیں لیکن جب کنوئیں میں دیکھا تو یہ دیناروں سے پُر تھا اور ایک غیبی آواز بھی ساتھ آ رہی تھی کہ جو ہمارے سوا کسی چیز پر خوش ہوتا ہے وہ ہمارا نہیں وہ دُنیا کا طالب ہے اور جو شخص دُنیا کا ارادہ کرتا ہے وہ میرے پاس نہ ٹھہرے۔ اس حالت میں تمام کنوئیں کے دینار اُوپر آ کر قریب ہو گئے۔ میں گھبرایا اور بہت گھبرایا چند دینار میرے قریب آ کر گرے۔ میں نے اُن کو اُٹھا لیا اور کنوئیں پھینک دیا اور دوبارہ آواز سنی جو اسی طریقہ پر آ رہی تھی۔ اے میرے دوست...... اے میرے دوست! میں نے عرض کی اے میری محبت کے مالک اور آنکھوں کی ٹھنڈک میرے اللہ میں نے تیری جنابِ مقدس سے تیری ذات کے سوا ہر ارادہ ترک کر دیا ہے اور میں تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں۔

حضرت فتح موصلیؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک بچہ کو اپنی گود میں لیا سینہ سے لگایا اور بوسہ دیا۔ آواز آئی کہ اے فتح! تو نے ہماری محبت کو آج کی تاریخ سے ختم کر دیا ہے اور میرے دل میں غیر کی محبت کو جگہ

marfat.com

مل گئی ہے۔ حضرت فتح رحمتہ اللہ علیہ نے ایک زور کی آواز نکالی اور بیہوش ہو گئے۔

رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیہا ایک دفعہ رباح بن قیس کے پاس تشریف لے گئیں ان کو دیکھا کہ آپ اپنے اہلِ خانہ کے ایک بچے سے پیار کرتے ہیں۔ جنابِ رابعہؒ نے فرمایا کیا آپ اس بچے سے پیار کرتے ہیں؟ عرض کی جی ہاں، مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو محبت کی نگاہ میں کبھی محبّ نہیں کہا جائے گا جب تک کہ ایک مختصر سی جگہ آپ کے دل میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی محبت کے لئے ہو گی۔ یہ سن کر رباح بن قیس سخت گھبرائے یہاں تک کے غش طاری ہو گیا۔ جب آپ کو سکون حاصل ہوا اور پسینہ صاف کرنے لگے اور فرماتے کے رابعہؒ کے ارشاد میں کتنی ہیبت تھی۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنابِ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں بائیں زانو پر بٹھایا ہوا تھا اور ان کے چہروں کو دیکھ رہے تھے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے والدِ مکرم میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ہم سے نہایت محبت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں بیٹے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ عرض کی والدِ گرامی آپ کو اللہ کریم سے لاج نہیں آتی کہ جس وقت وہ آپ کے دل کی جانب نظر فرمائے تو آپ کے دل میں اپنی محبت کے سوا دوسروں کی محبت کو دیکھے۔ جنابِ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا اور حسن رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا بیٹے یہ تو بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے، آپ کی طرح پیاری اولاد اور میری طرح کا محبت کرنے والا باپ ہو تو آپ ہم کیا کریں؟ عرض کی والدِ گرامی یہ تو

marfat.com

نہایت دوٹوک بات ہے کہ محبت اللہ کے لئے ہے اور محبت صرف اللہ کا حق ہے لہٰذا محبت تو صرف اللہ کے ساتھ کریں اور شفقت اولاد کا حق ہے لہٰذا شفقت اولاد سے کریں۔ مخلوق شفقت کی مستحق ہے۔ اللہ کی محبت میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

ایک حکایت ہے کہ حضرت فتح موصلیؒ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے کی محبت میرے دل میں جگہ پکڑ گئی میں نے ایک دن اس کو اپنے بستر سے جدا کر دیا اور خود بھی جدا ہو کر رات بسر کرنے لگا لیکن نہ رات قرآن پڑھنے کی لذت حاصل ہوئی اور نہ وظائف کا لطف حاصل ہوا جس طرح کہ پہلے حاصل ہوا کرتا تھا۔ اَب میں نے اللہ کی بارگاہ میں استغفار پڑھنا شروع کیا لیکن میرے ذہن میں نہیں آتا تھا کہ یہ بے ذوقی کس وجہ سے ہے۔ اسی فکر میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں ہاتف غیبی کو دیکھا کہ وہ آواز دے کر کہتا ہے اے فتح یہ ہم نے کیا ہے اور جو ہم سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر میرے سوا کسی دوسرے کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اس کو محبت کا لطف حاصل نہیں ہوسکتا۔ میں نے عرض کیا اے میرے مولیٰ میں نے اپنے بیٹے سے محبت اس لئے کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد وہ نیک عمل کر کے میری روحانی مدد کرتا رہے اور تیرا فرمانبردار ہو کر بندگی کرے۔ اگر واقعی میرا بیٹا میری منزلِ محبت میں رکاوٹ ہے تو اسی وقت اس کی روح کو قبض کر لے۔ خواب میں تو یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رونے کی آواز میرے کانوں میں پڑی میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو میرے بچہ کی والدہ رو رہی تھی میں نے کہا کیا ہوا تو اس نے کہا کہ ہمارا بیٹا پیشاب کرنے کے لئے چارپائی سے اُٹھ کر چلا

marfat.com

کہ اچانک کنوئیں میں گر گیا۔ جب باہر نکالا تو بچہ فوت ہو چکا تھا۔

یا جیسی القلوب مالی سواک
طال شوقی ربیتی یکون لقاک
یا انیسی ویا منتھٰی مرادی
کذب القلوب ان احب سواک

''اے دلوں کو دوستی کا مرکز بنانے والے میرے دل میں تیرے سوا کسی کا مقام نہیں۔ میرا شوق زیادہ ہو رہا ہے۔ اَب سوا تیری لقاء کے سکون نہیں۔ اے میرے محبوب میری مراد تو ہی ہے اور تو ہی میری آخری منزل ہے اور اگر میرے دل میں کسی دوسرے کی محبت ہو تو میرا دعویٰ غلط ہو گا۔''

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اے اللہ والو! خوب یاد رکھو صاحبانِ ہمت عارفوں میں کم درجہ وہ عارف ہے جو ایک دفعہ اپنی زبان سے ''اللہ'' کہہ کر ہر طرف کو بھول جائے اور اللہ کے سوا کوئی چیز یاد نہ رکھے اور عارف کی یہ حالت، اصحابِ کہف نے اللہ کہہ دینے کے بعد یوں اعلان کیا۔

فقالوا ربنا رب السمٰوٰتِ والارض ط

''کہا انہوں نے ہمارا پروردگار وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا ربّ ہے۔''

جب اصحابِ کہف نے یہ اعلان کیا تو ان کے فکر وخیالات میں نہ جنت کا تصور تھا اور نہ دوزخ کا خیال، نہ دُنیا کی طلب تھی نہ آخرت کی تمنا، نہ

نفس و رُوح کا خیال تھا، نہ ہی عرش و کرسی اور لوح و قلم، نہ حُور و غلمان بس ایک ذات ہی ان کا مقصود تھی اور وہ ذاتِ مقدس اللہ ہے۔ اللہ کے سوا کسی چیز کی کوئی طلب ان کو نہ تھی۔ اسی محل پر اللہ کریم نے ان کا نام عارف جواں ہمت رکھا اور ارشاد فرمایا گیا!

فتیئۃ اٰمنوا بربھم وزد ناھم ھدٰی ط

''(اصحابِ کہف) جواں ہمت مردانِ خدا تھے۔ اپنے ربّ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں انہیں زیادتی دی۔''

کس قدر مبارک ہے وہ انسان جس نے اپنے مولیٰ کو پہچان لیا اور مولیٰ کو پہچان لینے کے بعد کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ وہ کسی اور سے محبت کرے لہٰذا عارف نے محبت کی تو خدا سے، تقرب اختیار کیا تو خدا کے ساتھ اور عبادت کی تو خدا کی۔ اگر عارفوں کی ہمتوں پر کائنات کو نثار کر دو تو ان کے ارادوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ آ سکے گا۔ ان بلند ہمت عارفوں سے کس طرح ممکن تھا کہ اپنی معرفت کا عوض مانگتے اور ثواب کے طلبگار ہو کر عذاب سے نجات پانے کا مطالبہ کرتے۔ معرفتِ باری تعالیٰ کے بعد ثواب کی طلب ہمت کی کمزوری اور معرفت میں کمی کی دلیل ہے۔ ان کا لباس تقویٰ ہے اور ان کے سَر کا تاج اِسلام ہے اور ان کی بادشاہی کا جھنڈا معرفتِ الٰہی ہے اور ان کا محل اللہ کی اطاعت ہے۔ تو بتاؤ اس بادشاہی سے افضل کون سی بادشاہی ہے؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ کونسی خوشی اور لذت ہے جو اللہ تعالیٰ کے وصل کی لذت سے زیادہ لذیذ ہو سکتی ہے اور وصول کا جو مقام ربّ العالمین کے

marfat.com

مردانِ جواں ہمت عارفوں کو حاصل ہے کیا کوئی دوسرا اس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ قرآنِ حکیم عارفوں کی اس کامیابی پر خود گواہ ہے!

قل بفضل اللّٰہ و برَحمتہٖ فبذٰالک فلیفرحوا ھو خیر ممایجمعون ط

''آپ ان سے فرما دیں کہ مردانِ عارف اللہ کے فضل اور اسکی رحمت کو حاصل کر کے خوش ہیں اور ان کی خوشی اس مال سے بہتر ہے جس کو تم جمع کرتے ہو۔''

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اس کے برگزیدہ بندے بھی ہیں جن کو اس نے اپنی محبت کے لئے خالص کر لیا ہے اور ان کا شوق اللہ کی جانب ہے۔ نہ تو انہیں جنت کا شوق ہے اور نہ دوزخ کا خوف ہے۔ ایک حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے شوقِ الٰہی میں رونا شروع کر دیا۔ اتنا روئے کہ آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ نظر عنایت فرما دی۔ مشیروں نے کہا اَب رونا بند کر دیں کہیں دوبارہ آنکھیں ضائع نہ ہو جائیں لیکن عشق نے آرام نہ لینے دیا آپ روتے رہے۔ نظر ضائع ہو گئی لیکن پھر نظر حاصل ہو گئی اور پھر ضائع ہو گئی۔ تین بار اسی طرح ہوا۔ اس کے بعد آپ کی طرف جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور وحی لائے کہ اے شعیب علیہ السلام اگر آپ دوزخ کے ڈر سے روتے ہیں تو ہم نے آپ کو امن دیا اور اگر آپ کا رونا طلبِ جنت کے لئے ہے اور تو ہم نے آپ کے لئے جنت کو واجب کر دیا۔ عرض کی یا مولیٰ نہ جنت کی خوشی اور نہ جہنم کا خوف لیکن تیری محبت اور تیرا شوق اور تیری بارگاہ میں تیرے لئے رو رہا ہوں۔

marfat.com

دوبارہ وحی آئی کہ اے شعیب علیہ السلام عشق ایک مرض ہے جس کا نہ کوئی علاج ہے اور نہ اس کی کوئی دوا ہے اور نہ غمِ عشق کی کوئی حد ہے۔ اگر علاج ہے تو میرا دیدار ہے اور دوا اس کی میرا لقاء ہے۔ اے شعیب روتے رہو، روتے رہو اور روتے رہو۔ میری ذات واحد ہے اور میرے سوا کائنات میں تیرے لئے اور کوئی نہیں اور نہ تیرے مرض کا تیری ذات کے سوا کوئی علاج کرنے والا ہے اور اے شعیب علیہ السلام میری لقاء کے سوا تیرے لئے کوئی راحت نہیں لہٰذا تیری راحت وسکون عشق میں ہے اور اس کی حقیقت میں ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے!

لا راحة للمومنين دون لقاء الله

''مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے لقاء کے سوا خوشی حاصل نہیں ہو گی۔''

حکایت ہے کہ انبیاء کی جماعت میں سے کسی نبی کی ملاقات ایک گروہ سے ہوئی۔ اس گروہ کے لوگ عبادت میں مصروف تھے۔ نبی نے ان عابدوں سے سوال فرمایا کہ تم کس خیال پر عبادت کرتے ہو تو انہوں نے عرض کی کہ ہم نے اللہ کے نبیوں کی اطلاع پر جنت کی نعمتوں اور جہنم کی مصیبتوں کے متعلق سنا ہے لہٰذا ہم عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں اور کوشش اور سخت محنت و مشقت کر رہے ہیں کہ اللہ ہمیں جنت میں جگہ دے کر دوزخ سے بچائے اور اس کوشش میں ہم نے رات کو دن بنا لیا ہے اور رات دن دوزخ کی آگ سے ڈرتے ہیں اور جنت کی تمنا کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے عابدوں کی جماعت یہ طریقہ انبیاء اللہ کا ہے لیکن ہم اس خیال پر عبادت

marfat.com

نہیں کرتے جس پر تم عبادت کرتے ہو۔ تمہارا عمل جنت کی طلب اور جہنم کی دہشت میں ہے۔ ہم اللہ کی محبت کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی جنابِ پاک کے شوق میں اس کی عبادت کرتے ہیں۔

ایک حکایت میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جماعت پر ہوا جن کے بدن کمزور ہو چکے تھے اور رنگ بھی متغیر ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا حالت ہے جس کو ہم دیکھ رہے ہیں تو عرض کی دوزخ کی آگ کا ڈر ہے۔ فرمایا یہ اللہ کا حق ہے کہ ڈرنے والوں کو امن عطا فرما دے۔

آپ کا گزر ایک دوسری جماعت پر ہوا جن کی حالت بہت زیادہ خراب تھی، ریاضت اور طویل عبادت کی وجہ سے ان کا بدن کھل گیا تھا اور رنگ بدل گیا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہاری یہ حالت کس وجہ سے ہے عرض کی جنت کی خواہش نے ہمیں اس درجہ پر پہنچایا ہے اور ہم نے اپنی یہ حالت بنا رکھی ہے۔ فرمایا یہ اللہ کا حق ہے کہ جنت کی طلب کرنے والوں کو وہ جنت دے۔

آپ کا گزر جب تیسرے گروہ پر ہوا تو آپ نے دیکھا کہ یہ گروہ پہلے دونوں گروہوں کی ہیئت سے زیادہ لاغر و ناتواں اور پریشان حال ہے لیکن اس گروہ کے تمام افراد کے چہرے نورانی ہیں۔ جنابِ عیسیٰ علیہ السلام نے اس گروہ سے سوال فرمایا کہ یہ کیا حالت ہے جو آپ حضرات کو پہنچی ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق اس قدر شدید ہے کہ ہم نے اپنی حالت کو اس طرح کر دیا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم

marfat.com

مقرب ہو، تم مقرب ہو اور تمام مرتبوں سے زیادہ بلند مرتبہ قربِ الٰہی کا ہے۔

حضرت محمد ابنِ صباحؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ بات ثقیہہ طریقے سے سنی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو تمام لوگوں سے الگ کرے گا اور ان کو تین حصوں میں الگ الگ تقسیم فرما کر کھڑا کرے گا اور ہر گروہ سے الگ الگ سوال فرمائے گا۔ ایک گروہ کو بارگاہِ ربوبیّت کے پیش فرما کر سوال ہوگا اے میرے بندو تم کیا چاہتے ہو اور کس بناء پر نیک عمل کرتے رہے ہو؟ یہ گروہ عرض کرے گا الٰہی تو نے خود ہی جنت کو پیدا فرمایا اور نعمتیں عظیم اور عجیب وغریب پیدا فرمائی ہیں۔ یا اللہ ہم نے رات دن عبادت کی اور روزہ دار رہے تا کہ وہ جنت حاصل کریں اور تو ہماری نیت سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا بے شک تم ٹھیک کہہ رہے ہو ہم نے تمہاری عبادت کو قبول فرمالیا ہے اور تم سب کو جنت عطا فرمائی ہے۔ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ اور میرے فضل و احسان نے تمہیں دوزخ کی آگ سے بچالیا ہے۔

اَب دوسری جماعت پیش ہوگی ان سے سوال ہوگا کہ تم نے کس بنا پر عبادت کی اور آج تم کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کریں گے یا اللہ دوزخ کی آگ جس کو تو نے عذاب بنایا ہے اس سے بچنے کے لئے ہم نے رات دن تجھ سے پناہ حاصل کی ہے اور اَب یہ تمنا ہے کہ ہم عذاب سے محفوظ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے میرے بندو تم نے درست کہا ہے تمہارے اعمال دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کرنے کے لئے تھے لہٰذا ہم نے تمہیں دوزخ کی آگ کے عذاب سے آزاد کر دیا ہے اور اپنے فضل و

marfat.com

احسان سے جنت میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہوں۔

اب تیسرے گروہ کی باری آئے گی ان سے بھی اسی طرح سوال ہوگا کہ اے میرے بندو تم نے کس بنا پر عمل کیا ہے؟ وہ عرض کریں گے یا اللہ تیری محبت اور تیری لقاء کا شوق اور تیری بارگاہ میں حاضر ہونے کی تمنا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو تم نے سچ کہا ہے، تم نے سچ کہا ہے اور تم سنو مجھے تمہارا شوق ہے۔ اس جملہ کے ساتھ ہی پردے عابد و معبود کے درمیان سے دور کر دے گا بے حجاب دیدار کا مرحلہ طے ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم پر میرا سلام ہو قبول کرو اور اے میرے پسندیدہ اور برگزیدہ دوستو سنو! میں تمہارے لئے ہوں اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں نے تمام کائنات کو تمہارے لئے پیدا فرمایا ہے۔ آج تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جو تم چاہو گے اور تمہاری خواہش ہو گی، آنکھ کی لذت، دل کا سرور، اہلِ جنت کی مسرتیں اور میری بارگاہ کے پہلو میں ہمیشہ اَبد لابد رہو گے اور جنت کی تمام نعمتیں بارگاہِ ربّ العالمین کی بازیابی کے بعد رائی کے دانہ کے برابر نہیں ہوں گی۔

حکایت ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں ہم نے یہ حدیث سنی ہے کہ میدانِ محشر میں جب تمام بنی نوعِ انسان جمع ہوں گے تو عرشِ معلیٰ سے ایک فرشتہ آواز دے گا کہ اے محشر میں حاضر لوگو! اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ مل جاؤ اور تمام معبودانِ باطلہ ظاہر کر دیے جائیں گے اور ہر شخص کو حکم کے مطابق اپنے معبود کو ملنا ہوگا۔ تمام بتوں کو پوجنے والے ان سے جا ملیں گے اور ان تمام غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں کو آگ میں داخل کر

marfat.com

دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اس کی اطلاع یوں فرمائی ہے!

انکم وما تعبدون حصب جھنم ط

''بیشک تم اور تمہارے معبود جہنم کا ایندھن ہیں''

اور اسی طرح تمام عابد اور زاہد اور ہر شخص اپنے مطلوب کو تلاش کرتے کرتے اس کے قریب چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ طالبانِ جنت، جنت میں اور اپنے عمل سامنے رکھ کر چلے جائیں گے۔ اس جانب قرآنِ کریم میں یوں ارشاد ہے!

وسیق الذین التقوار بھم الی الجنۃ زمرًاء ط

''اور چلائے جائیں گے متقی لوگ اپنے ربّ کے فضل سے
جنت کی طرف گروہ گروہ۔''

اَب ایک گروہ باقی رہ جائے گا۔ یہ گروہ باہمت ''اہلِ اللہ'' کا ہوگا۔ ملائکہ ان سے آ کر کہیں گے کہ تمام لوگ اپنے اپنے مطلوب کے پاس چلے گئے ہیں اور تم یہیں کھڑے ہو، جلدی کرو اپنے معبود کی تلاش کرو اور اس کے ساتھ جا کر مل جاؤ۔ بتاؤ تمہارا معبود کون ہے اور تمہارا مطلوب کون ہے، تم کیوں دوڑ کر اپنا معبود تلاش نہیں کرتے؟ یہ گروہ کہے گا کہ ہمارا معبود اور ہمارا مطلوب تمہارے گمان سے باہر ہے اور ہم خود اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرشتے کہیں گے اپنے معبود کی نشانیاں بتاؤ تاکہ ہم تلاش کرنے میں تمہاری مدد کریں اور یا یہ بتاؤ کہ تمہارا معبود کس کی طرح ہے تاکہ اسے جلدی تلاش کر لیا جائے؟ یہ گروہ مردانِ خدا جواب دے گا کہ نہ ہمارے معبود کی کسی سے مشابہت اور نہ کوئی مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان سے زیادہ کلام نہ کرو ان

marfat.com

کا معبود بے کیف حاضر ہے۔ تمام حجاب دور ہو جائیں گے اور ارشاد ہو گا میرے طالبو! میں نے تمہارا سینہ بے قرار دیکھا ہے۔ مجھے تمہارے دل کی صحیح خبر ہے۔ آج تم میری زیارت کرو، یہ دن وعدہ کا دن ہے اور آج کے دن کے متعلق ہی میرا ارشاد تھا کہ!

وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربہا ناظرہ ط

''اور اس دن بہت سے چہرے خوش ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔''

حکایت ہے کہ حضرت ثابت البنانیؒ اور حضرت مالک ابنِ دینارؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت رابعہ بصریہؒ کی ملاقات کو حاضر ہوئے۔ آپ نے مالک بن دینارؒ سے سوال فرمایا کہ کس لئے عبادت کرتے ہو۔ عرض کی تا کہ جنت کو حاصل کریں اور ثابت بنانی سے سوال فرمایا کہ آپ کس لئے عبادت کرتے ہیں۔ عرض کی دوزخ کے خوف سے۔ فرمایا سنو! مجھے شرم آتی ہے کہ جنت کو حاصل کرنے کے لئے یا دوزخ سے بچنے کے لئے عبادت کروں، میں اس طرح کروں تو میں ایک مزدور ہوں کہ جب تک مزدوری نہ ملے کام نہیں کرتا یا اس غلام کی طرح ہوں جس کا ہر کام اپنے آقا کے خوف پر ہوتا ہے کہ اگر اس طرح نہ کیا تو سزا ملے گی اور خوشی سے خدمت نہیں کرتا۔ ہم نے عرض کی آپ فرمائیں کہ آپ کس لئے عبادت کرتی ہیں۔ فرمایا اس کی محبت کا طریقہ یہی ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور جب شوق زیادہ ہو تو عبادت میں زیادتی کر لی جائے لیکن جہنم یا جنت کا تصور درمیان میں نہ ہو۔

حکایت ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ بلند ہمت وہ

marfat.com

شخص ہے جو اللہ کہہ دے اور تمام جہانوں سے بے خبر ہو جائے۔

حکایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے حضرت محمد بن واسعؒ سے فرمایا انتہا آپ کی ہمت کی کیا ہے؟ عرض کی انتہا تو جنت کا حاصل ہونا ہے۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا یہ تو شرم کی بات ہے کہ ہماری انتہائے ہمت مخلوق ہو اور فرمایا کاش اللہ تعالیٰ جنت و دوزخ کو اُٹھا دیتا اور ساجد و عابد تمام تعلقات کو مٹا کر اللہ کو سجدہ کرتے اور خالص اسی کی عبادت کرتے۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک قوم کو دیکھا اور ان کی صحبت اختیار کی ہے۔ یہ حضرات اللہ سے شرماتے تھے کہ جنت کا سوال کریں۔

حکایت ہے کہ ایک آدمی شام کا رہنے والا ابوعلی بن زیادؒ کے پاس آیا اور ابوعلی مسجد میں بیٹھے تھے۔ شامی نے کہا کہ میں نے آج رات خواب میں آپ کو جنت میں دیکھا ہے۔ آپ مجلس سے اُٹھے اور رونے لگے اور اس قدر روئے کہ غش کھا گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو فرمایا کہ اے میرے دوست میں تو تیری حالت پر روتا رہا ہوں کہ تو کہیں اس نعمت سے نہ ہٹ جائے۔ جو شخص منعم کو پالیتا ہے اور اسے حقِ معرفت حاصل ہو جاتا ہے وہ اس کی بارگاہ سے پھر کر نعمتوں کو نہیں دیکھتا۔

حکایت ہے کہ حضرت رابعہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے تیس سال تک رونا اختیار کئے رکھا۔ دس سال اللہ کے خوف سے روتی رہی اور دس سال اللہ کی راہ میں اور دس سال اللہ کے شوق میں۔

حکایت ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ ایک دن وعظ فرما رہے تھے۔

marfat.com

ہوا۔ سامعین زور زور سے رونے لگے لیکن ایک مردِ عارف عارفانہ انداز میں مسکراتے ہوئے واعظ کی جانب دیکھتے رہے۔ وعظ ختم فرما کر حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ اے جوان تو ہنستا رہا جبکہ لوگ رو رہے تھے، کیا تیرے دل میں دوزخ کا خوف نہیں۔ یہ سن کر عارف نے ان اشعار کو پڑھا اور شعر سنا کر چلا گیا۔

کلھم یعبدون من خوف النار
ویرجون النجات حظاً یزیلاً

''تم لوگوں نے خوف کی وجہ سے عبادت شروع کی ہے اور دوزخ سے بچ جانے کو بڑی کامیابی اور اجرِ عظیم جاننے لگ گئے ہو۔''

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ اے اللہ والوں کے گروہ غور سے سنو! مردانِ خدا کی ہمت اس قدر بلند ہوتی ہے کہ دُنیا تو دُنیا کے عاشقوں کو دے دیتے ہیں اور آخرت اپنے طلبگاروں کے پاس چلی جاتی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ اپنے طلبگاروں کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اگر اللہ جل شانہٗ ان کو دوزخ کی آگ میں داخل کرے اور دوسرے طرح طرح کے عذاب ان پر ڈال دے تو کبھی اس طرح نہ ہوگا کہ ان کے دل اپنے مالک و خالق کی طرف سے منقطع ہوں بلکہ ان حضرات کو اللہ کے ساتھ سکون اور بڑھ جاتا ہے اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دُنیا کی طرف ان کی رغبت ہو۔ اس لئے ان کی ہمت بلند اور روح محفوظ ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر جنت اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ معرفت الٰہی کے مقابلہ میں ان کو دی جائے تو وہ ہرگز

marfat.com

قبول نہیں کرتے بلکہ آسمان و زمین، جنت وغیرہ تمام ان کی نگاہوں میں رائی کے دانہ کے برابر بھی اتنی شان نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بلند ہمتی کی خبر دیتا ہے اور ایک عالم پر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ جب بندہ خالص میرا بن جاتا ہے تو اس کو نہ آگ سے خوف ہوتا ہے نہ آگ جلانے والوں کا ڈر ہوتا ہے بلکہ آگ کی حالت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو لذت حاصل تھی وہ کسی جنتی کو حاصل نہ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس کی وجہ اور اصل سبب یہ ہے کہ عاشقوں کے دلوں میں عشقِ ربّ العالمین کی آگ کا روشن ہو جانا اس قدر بڑی آگ کا روشن ہونا ہے کہ دوزخ کی آگ تو کیا ایذا دے سکتی ہے البتہ اس کو اپنے ٹھنڈا ہو جانے کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور آگ کا کام ہے جلانا اور جلائے گی اس چیز کو جو جلنے کو تیار ہو گی اور آگ کو قبول کر لے گی۔ ابراہیم علیہ السلام کا بدن نورِ معرفت اور گرمیٔ عشق سے پہلے ہی جل چکا تھا۔ اب نمرودی آگ نے اپنا اثر کرنے سے عاجزی کا اظہار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ جلے ہوئے کو آگ نے کیا جلانا تھا جب آگ اپنا اثر قائم کرنے سے بے کار ہو گئی تو غالب ہونے کی بجائے مغلوب ہو کر ابراہیم علیہ السلام کی حرارتِ عشق کو قبول کرنے لگی۔ اسی مقام پر آسمان سے آواز آئی!

یا نار کونی برداً وّسلماً علیٰ ابراھیمَ ط

''اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہو جا (سلامتی بن جا)۔''

یعنی آگ کی دو صفتیں تھی گرمی اور ایذاء دُکھ درد۔ ''برداً'' فرما کر گرم کو سرد کر دیا اور ''سلماً'' فرما کر ایذا کو سکون سے بدل دیا اور موذی آگ

marfat.com

خالص نفع اور صحت و سلامتی والی بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اس واقع کو بیان فرما کر یہ واضح فرمایا کہ میرے بندوں کو دوزخ تو کیا کائنات کی کوئی چیز تکلیف نہیں دے سکتی۔ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ جب مومن کو پُلِ صراط سے گزرنا ہوگا تو دوزخ پکار کر آواز دے گی کہ مومن جلدی گزر جا، تیرے نور کی شعاع اس قدر تیز ہے کہ میرے شعلے ماند پڑ جائیں گے، یعنی پُلِ صراط سے گزرتے ہوئے تعجب کے ساتھ میرا تماشہ نہ دیکھ کہ یہ دوزخ ہے جو خوف کا مقام ہے۔ اس طرح مجھے شرمندگی ہوگی اور میرے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے تو جلدی گزر جا۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے جب نمرود نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ لو اور اپنے معبودوں کی امداد کرنے کے لئے اس کو شدید آگ میں ڈال دو اور ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلا دو۔ آپ یہ باتیں سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ تم نے جو آگ جلائی ہے یہ بہت کمزور ہے۔ یہ میری ذات کو کس طرح جلا سکتی ہے میرے سینے میں عشق کی آگ روشن ہے اور پکار کر کہا!

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ط

حکایت ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی شانِ بے نیازی سے مجھے جہنم میں داخل کر دے تو مجھے دل سے پسند ہوگا اس معرفت کی وجہ سے جو مجھے حاصل ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کو اس طرح التجا کرنے کی کیا ضرورت ہے اپنے لئے جہنم کو طلب کرنے لگ گئے اور جہنم کو اپنے متعلق یہ دُعا والتجا کہہ دی ہے۔ اِرشاد فرمایا کہ معرفتِ الٰہیہ کے ساتھ اگر کسی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو تمام مخلوق پر یہ بات کھل جائے

گی کہ معرفت کے ساتھ دوزخ کسی کو عذاب نہیں دے سکتی۔ اگر اس طرح ہو تو اللہ کے احسان عارف پر دوزخ میں ہی نازل ہوتے رہیں گے اور جنت کی لذت سے زیادہ عارف کو جہنم کی آگ میں لذت حاصل ہو گی۔ آپ کو علم ہو گا کہ جنابِ آدم علیہ السلام اوّل جنت میں تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو جنت سے دُنیا میں لانا چاہتا تھا۔ جنت کو آدم علیہ السلام کے لئے قید خانہ بنا دیا اور آگ کی تپتی ہوئی بھٹی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار بنا دیا۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں کہ عارف جہنم میں خوش رہے گا بنسبت عامل کے جن کو جنت حاصل ہو جائے گی اس لئے کہ عارف آگ میں بھی اپنی معرفت میں وقت گزارے گا اور عامل کو جنت میں ثواب کا خیال ہو گا کہ اگر عمل کرتا تو زیادہ ثواب حاصل ہوتا اور معرفت کی خوشی ثواب کی خوشی کی طرح نہیں ہو سکتی بلکہ معرفت کی کوشش ایک بے مثل لذت ہے۔

حضرت شیخ ابوایوب سجتانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرد اس طرح کا ہو گا کہ جو جہنم کو پسند کرے گا۔ اس کی محبت اللہ کے ساتھ کثیر ہو گی۔ ہم تو ڈرتے ہیں کہ جہنم ان پر عذاب کرے گی جو مولیٰ کو بھول جائیں گے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب کا حکم ان الفاظ سے جاری فرمائے گا!

فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا ط

''آج عذاب کو حاصل کرو اس لئے کہ یہ عذاب تمہارے
جرم کی سزا ہے جو تم اللہ کو بھول گئے ہو۔''

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اپنی دُعا میں کہا کرتے تھے کہ یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے خیال میں ایک مچھر کے پَر کی

marfat.com

وقعت نہیں رکھتے جبکہ تو اپنی معرفت عطا فرما دے اور اپنی محبت دے کر اپنی طرف رغبت عنایت فرما دے۔ میرا غور وفکر صرف تیری ذات کی عظمت میں ہے۔ ابنِ سرینیؒ فرماتے ہیں اگر جنت اور وقتِ نماز دونوں حاضر ہو جائیں اور مجھے کہا جائے کہ یہ جنت اختیار کرلو اگر نماز میں لگ گئے تو جنت غائب ہو جائے گی تو میں جنت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دو رکعت نماز نفل کو زیادہ پسند کروں گا۔ اس لئے کہ جنت میں میرے نفس کی خوشی اور بدن کی رضا ہے اور دو رکعت نماز نفل پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا پائی جاتی ہے لہٰذا جس فعل میں اللہ کی رضا ہو وہی بہتر ہے۔

ابوعبداللہؒ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ جنت اور جہنم سے جو چاہوں اختیار کرلوں تو میں اللہ کریم سے یہ عرض کروں گا کہ اے اللہ تمام اہلِ جہنم کے بدلے تو مجھے جہنم میں بھیج دے اور میرے بدلہ میں تمام اہلِ دوزخ کو جنت میں داخل فرما دے۔ تمام بنی نوعِ انسان کے عذاب کو میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، تمام عذاب مجھ پر رکھ دے اور ان سب کو بری کر دے اور عرض کی اے اللہ یہ فیصلہ میں نے اپنے دل سے کرلیا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ میری زبان کو اللہ کریم اپنے ذکر کی اجازت دے رکھے اور میرے دل کو معرفت سے خالی نہ کرے۔

عبداللہ بن عزیزؒ فرماتے ہیں اس ارشادِ گرامی کو میں نے کئی دفعہ سنا تھا میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے ایک منادی بآوازِ بلند کہہ رہا ہے کہ عبداللہ کہاں ہے؟ میں دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ میں ہوں عبداللہ۔ منادی نے کہا آپ نے ہی اللہ سے یہ التجا کی تھی کہ اگر اللہ کریم

marfat.com

مجھے اہلِ جہنم کے بدلے میں جہنم میں داخل کر دے تو میں اللہ کے اس فیصلے کو دل سے قبول کروں گا؟ میں نے کہا ہاں! یہ بات میں نے ہی کہی ہے اور اب بھی کہتا ہوں۔ منادی نے کہا اچھا آج آپ کے اس وعدہ کا امتحان لیا جائے گا کہ اگر یہ دعویٰ کرنے میں آپ صحیح ہیں تو واضح ہو جائے گا۔ منادی نے یہ کہہ کر میرے سینے پر ہاتھ مارا جس کے ساتھ ہی مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور اپنی تمام گفتگو پر دوزخ کی ہیبت سے واقف ہو گیا لیکن میں نے اپنا وعدہ دوبارہ دہرایا۔ منادی خاموش ہو گیا اور خواب کا عالم ختم ہو گیا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ معرفت کے چشمہ سے اگر ایک پیالہ حاصل ہو جائے تو وہ معرفت کا پیالہ شراب ہو جائے گا اس میں احسان کی مشک کو داخل کیا ہو گا اور عنبرِ عنایت کو ہمت کے پانی میں پکایا ہو گا۔ اب جس کو یہ پیالہ مل گیا ہو اس کو کیا ضرورت کہ دنیا اور آخرت کی طرف دوڑا پھرے اور جو یہ تین چیزیں حاصل کر لے اس کو کیا ضرورت ہے کہ کسی دوسرے نشہ کی جانب نظر کرے اس لئے کہ یہ نشہ تو ابد تک کافی ہے۔

بان تسکون الجنات فتخطوا فی ریاض عیونها سبیلاً

لیس فی الخلد ولجنان هواء الا ابتغی یحیِ بدیلا

''جنتیوں کے سکونت اور باغیچوں کی سیر مسلسل جاری چشموں کا پانی پسند کر لیا ہے۔ خلد بَریں اور جنتوں کے حاصل کرنے کی خواہش چھوڑ دو اور کہہ دو کہ ہم اس طرح کا اجر نہیں مانگتے۔''

یہ اشعار سن کر حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ جو وصال کی ہمت نہ

marfat.com

رکھتا ہو اس کے لئے یہ ہمت کافی ہے کہ جنت کو طلب کرے مردِ عارف نے کہا!

ان لم اکن للوصَالِ اھلی رضیت باالنار منزلاً ومقیلا
ثم اعجزت اھلھا نیوی بکرۃ من حریقھا واصیلا
معشر المسلمین توحو علی انا عبد خدمت مولا جلیلا
وان لم اکن للّذی اوعیت محقاً فجزاء بینی عذاباً طویلاً

''اگر میں وصالِ محبوب کا اہل نہیں ہوں تو پھر یہ پسند کرتا ہوں کہ آگ میں اپنا ڈیرا جمالوں۔''

''اگر میری ہمت زیادہ ہو تو میں زیادہ حق دار ہوں کہ صبح و شام آگ میں جلتا رہوں۔''

''مسلمانو! مجھ پر رو کہ میں نے اپنے مالک عزت و عظمت والے کی خدمت شروع کر رکھی ہے۔''

''اور اگر میرے دل میں یہ گنجائش نہیں کہ حق تعالیٰ کو سما سکوں تو طویل عذاب زیادہ بہتر ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے اپنی دعاؤں میں اکثر یہ دعا کی کہ اے اللہ کریم میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو تجھ کو پائے اور پھر تجھ سے پھر جائے اور تیری ذات کے سوا اس کو کسی اور سے سکون حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ یاد رکھو جو میری طرف ایک دفعہ آتا ہے اور میری محبت کا حصہ پالیتا ہے وہ اب دوسری جانب کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا اور جو لوگ واپس چلے جاتے ہیں وہ راہ سے ہی

marfat.com

واپس ہو جاتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا اور عیسیٰ بن مریم صلوٰۃ اللہ علیہم دونوں ایک دفعہ ایک راستہ پر جا رہے تھے کہ یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری خالہ کے بیٹے آج مجھے ایک عظیم گناہ کا مشاہدہ کرنا پڑا ہے اور وہ یہ تھا کہ ایک عورت کے ساتھ تصادم ہو گیا تھا۔ اللہ کی قسم مجھے کوئی پتا نہیں کہ وہ کیا بات ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سبحان اللہ بھائی آپ میرے ساتھ چل رہے تھے اور آپ کا دل کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا دل اللہ کی محبت میں محو تھا۔ یہ کہہ کر آپ نے اِرشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ اگر میرا دل ایک لمحہ کے لئے کسی دوسرے کے ساتھ لگ جائے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کر لے تو میں یہ گمان کروں گا کہ میں نے کبھی اللہ کو نہیں پہچانا اور معرفتِ حق مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا اور ایک لمحہ بھی عارف نہیں ہوا تھا۔ یہ بات سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام رونے لگے اور فرمانے لگے کہ آپ کو مبارک ہو، یہ کمالِ معرفت ہیں۔ میں ابوالقاسم عارف جنید کہتا ہوں کہ تمام عالمِ دُنیا اور تمام عالمِ آخرت میں اللہ کے پسندیدہ عارف کی ہمت سے بڑھ کر اعلیٰ اور عظمت والی کوئی چیز نہیں۔ اس لئے کہ عارف مردِ ربانی ہوتا ہے اور فروانی (صاحبِ کمال) ہوتا ہے اور صمدانی (بے نیاز) ہوتا ہے۔ روحانیت میں باقی ہوتا ہے اور ہمیشہ قائم و دائم ہوتا ہے، بلند اور قدیم ہوتا ہے، قدوس شان والا ہوتا ہے بلکہ وہ ہر لحظہ بجلیاں برساتا ہے اور وقت کی چمک ہوتا ہے اور اللہ کی امانت کو ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے اس کی ابتداء ہوتی ہے اور اسی کی طرف سے ہی انتہا ہوتی ہے۔ اللہ کے مردِ

marfat.com

عارف کا کمال ادراکِ عقل سے بلند اور اس کی شرافت میں غیر اللہ ان کے مقابلہ میں عاجز ہوتا ہے اور عارف کا کمالِ معرفت یہ ہے کہ اس کی محبت میں اپنے وجود کو جلا کر ربوبیّت میں گم ہو جاتا ہے۔

اِنّی لاضحک والحشا یتحرق وانما ضحکنا رزق و یحرق

ابوالقاسم حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اے اللہ والو سنو! طریقت اور صیانتِ نفس معرفت کے دو شعبے ہیں اور یہ دو رسیاں ہیں جو انسان کو تمام طرف کی تحقیق میں لے جارہی ہیں اور یہ دونوں راہِ حیا اور حرمت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ دونوں کی محل کی جگہ ہیں ذہن پر تا کہ بندۂ مومن اپنے دل کو بارگاہ میں موجود کرلے اور باقی تمام تعلقات کو اپنے دل سے منقطع کر دے۔ تو صیانت کا اصلی معنی یہ ہوگا کہ مردِ عارف اپنی تمام ضروریات کو انسانوں کے طمع سے پاک کرلے اور حفاظتِ نفس میں اس قدر محتاط ہو جائے کہ کسی آدمی سے کوئی حاجت طلب نہ کرے اور یہ طمع کا ترک کرنا ہے۔ طمع کا ترک اسی طرح کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے نفس کی کوئی حاجت طلب نہ کرے بلکہ اللہ سے جب مانگے تو اللہ ہی کو مانگے اور اپنی تمام حاجات کو پورا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ کریم کی طرف تفویض اور سپرد کر دے اور زمین کی ہر حاجت کا اس کو کارساز بنالے اور تمام اصلاحِ احوال کو مولیٰ کریم کے سپرد کر دے اور کبھی کسی مصیبتِ انسانی کا حل نہ مانگے بلکہ یہ کہے کہ ہر چیز اسی کی ہے لہٰذا اس کے دربار سے سوال نہ کرے، جب بھی سوال کرے خود اس کو طلب کرے۔ اس بات کی دلیل خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ثوبان ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون

ہے جو میری ایک بات قبول کرے گا اس کے لئے رضوانِ اکبر (بڑی رضا) کی بشارت دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا غلام آپ کے ارشاد کو قبول کرنے پر حاضر ہے۔ فرمایا یاد رکھو! کسی آدمی سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ اگر گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے ہوں اور ہاتھ سے چابک گر جائے اور لوگ موجود ہوں تب بھی وہ خود گھوڑے سے نیچے اُتر کر چابک اُٹھاتے اور کسی سے سوال نہ کرتے کہ یہ پکڑا دینا اور زبان سے بھی نہ نکلتا تھا۔

بعض عارفوں کو لوگوں نے کہا کوئی حاجت بیان کرو تا کہ وہ حاجت پوری کر دی جائے تو ان عارفوں نے کہا ہمیں تو اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس کی بارگاہ سے دُنیوی حاجتوں کو طلب کریں۔ حالانکہ وہ تو مالک ہے ہر چیز کا اور یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ ان سے مانگوں جو کسی کے مالک ہی نہیں۔ تو جب مالک سے مانگنے پر حیا روکتی ہے تو محتاج سے مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حکایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سفیان ثوریؒ اپنے ساتھ ایک جماعت کو لے کر حضرت رابعہؒ کی زیارت کرنے کو حاضر ہوئے تو ان کی حالت کو نرم پایا۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ آپ کا زمانہ معتقد ہے۔ آپ کسی امیر کو اطلاع فرما دیں تا کہ وہ آپ کی ضروریات کو پورا کر دے۔ اس قدر مال آپ کو حاصل ہو جائے گا جس کی وجہ سے تمام ضروری کام نکل آئیں گے۔ حضرت رابعہؒ فرمانے لگیں مجھے اللہ کی قسم ہے کہ دُنیا کے مالک سے دُنیا مانگنے پر شرم آتی ہے۔ کس طرح ہوسکتا ہے کہ دُنیا رکھنے والوں سے دُنیا کو

marfat.com

طلب کروں۔ فرمایا کہ ہر صوفی عارف کے لئے معرفت کی عزت حاصل ہو جانے کے بعد یہ فرض ہے کہ اپنے نفس کو کسی دُنیا کی چیز کے سامنے ذلیل نہ کرے اور اس کے دربار عالی کے سوا کسی کا محتاج ہونا تو درکنار توجہ بھی نہ کرے۔ اس لئے کہ معرفتِ الٰہ العٰلمین کی جلالت اور تعلق باللہ کی حُرمت بھی ہے کہ کسی غیر کے سامنے محتاج نہ ہو اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں آپ کو نہ پہچانتی کہ آپ کون ہیں تو میں فوراً غصہ کرتی اور آپ کو اپنی مجلس سے نکال دیتی۔

حکایت ہے کہ ایک دفعہ ایک سائل حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس حاضر ہو کر سوال کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا مانگتا ہے؟ اس نے کہا ایک درہم کا نصف عنائیت فرما دیں۔ آپ نے ایک دینار دیا تو حاضرین نے عرض کیا کہ یہ دینار تو نہیں مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سائل کو اپنی عزت کا خیال نہ ہو تو ہم کیا کریں لیکن ہم اپنے کرم و احسان کو اور ہمت کو کس طرح چھوڑ دیں گے اگر سائل عزتِ نفس کو نہیں چھوڑتا تو ہم سخاوت و کرم نوازی کی صفت کو کبھی نہیں ترک کرتے۔

حکایت ہے کہ سیدنا حسین ابن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کوئی کتاب لکھ رہے تھے اور میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ آپ کے پاس ایک چھری تھی جس کے ساتھ غلط حروف کو مٹایا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میری کتاب میں ایک لفظ غلط ہے میں نے کہا کہ یہ چھری عنائیت فرما دیں تا کہ یہ لفظ دُرست کر دیں۔ آپ نے وہ چھری مجھے دے دی میں نے اپنا کام کر لیا اور چھری واپس کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ دوبارہ سوال نہ کریں اس لئے کہ یہ سوال انسان کو

marfat.com

ذلت میں ڈال دیتا ہے اور سوال کرنے والا اپنی ہمت کو ذلت میں ڈال کر کم ہمت بن جاتا ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت بہلول مجنونؒ کی عادت تھی کہ وہ کبھی کسی سے سوال نہ کیا کرتے تھے۔ اگرچہ نہایت بھوک بھی لگی ہوتی تو پھر بھی سوال نہ کرتے تھے۔ حالانکہ کئی دفعہ عرض کیا گیا کہ جب آپ کو ضرورت ہو تو آپ فرما دیا کریں کہ یہ ضرورت ہے۔ فرمایا ہم نے اپنے سوال کو واسطہ نہیں بنانا اگر ہم نے اس طرح کیا تو ہماری ہمت و جرأت ختم ہو جائے گی۔ لوگوں نے کہا جناب ہمت کس کو کہا جاتا ہے؟ فرمایا ہمت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے سے اپنی حاجت کا طلب کرنا ختم کر دے اور ہمت کا مقام یہ ہے کہ آپ اپنی تمام حاجتیں اور ضرورتیں اور مصلحتیں اس کی ذاتِ اقدس کے سپرد کر دیں اور ہمت کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف اپنی توجہ اور التفات بھی نہ ہو۔

حکایت ہے حضرت عماد قرشیؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا اور میں نے ایک رومال لیا تاکہ پانی وغیرہ جسم سے صاف کر لیا کروں گا۔ میں نے اس رومال کو دھویا اور دو حصوں میں اس کو پھاڑ لیا۔ نصف تو میں نے رکھ دیا اور نصف کو استعمال کرنے لگا۔ بعض ضرورتوں کا بار بار احساس ہوتا رہا اور کپڑے کے زیادہ حصہ پر جو رقم خرچ ہو گئی تھی اس کا خیال آتا رہا۔ ایک وادی میں جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ چاندی بہت زیادہ پڑی ہوئی ہے گویا کہ پوری وادی چاندی کی ہے لیکن میں نے اس چاندی کی وادی کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو بند کر لیا اور اللہ جل شانہٗ سے دعا کرنے لگا کہ اے اللہ میں ہر اس

marfat.com

ارادہ سے توبہ کرتا ہوں جو میرے خیال میں پیدا ہوا ہے۔ استغفار پڑھتا گیا اور راہ چلتا گیا اور میں نے اس چاندی کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جب اس وادی سے باہر آ گیا تو اللہ سے دُعا کی کہ اے اللہ جو چیز مجھے تیری راہ سے روکنے والی تھی اور روکنے والی ہوگی میں اس کے حاصل ہونے سے پناہ پکڑتا ہوں۔ مجھے ان حضرات کی جماعت میں شامل فرمالیں جن پر کوئی چیز اثر نہیں کرسکتی۔ تو ہی تو ہمارا کارساز اور مالکِ حقیقی ہے۔

حضرت حسن براجرویؒ سے کہا گیا کہ کون سی چیز آپ نے ابوعبداللہ سے تیس سال میں پڑھی ہے؟ فرمایا تیس سال میں، میں نے تین چیزیں پڑھی ہیں۔ اول عزتِ معرفت، دوم طریقۂ عبادت، سوم حُسنِ اخلاق۔ عرض کی گئی کہ آپ ان باتوں کو وضاحت سے فرمائیں تو عنایت ہوگی۔ فرمایا صیانتِ عزتِ معرفت تو یہ ہے کہ آپ کسی کے سامنے سائل بن کر کوئی چیز نہ مانگیں اور کسی شخص سے کوئی چیز اس طرح قبول نہ کریں۔ عرض کی طریقۂ عبادت کیا ہے؟ فرمایا طریقت یہ ہے کہ اللہ سے اس کی معرفت کے سوا کسی چیز کا سوال نہ کریں۔ عرض کی گئی اخلاق کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ دونوں جہاں کی تمام نعمتوں کے باوجود اللہ ہی کافی ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت داؤد طائیؒ بیمار ہو گئے تو آپ نے مکان کے اندر گوشۂ تنہائی اختیار کر لی اور ایک عرصہ باہر آ کر کسی طبیب کے پاس نہ گئے اور نہ ہی کسی سے کوئی چیز مانگتے۔ کم از کم اس بیماری کے دنوں میں تو کوئی چیز ضرورت کی طلب فرمالیتے۔ ارشاد فرمایا اس بات سے شرماتا ہوں کہ اللہ مجھے جب دیکھ لے گا کہ میں کسی غیر سے اپنی حاجت طلب کر رہا ہوں جو صیانت

marfat.com

(عزت) فقر کے خلاف ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر یہ حالت ہے تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تا کہ آپ کو صحت حاصل ہو جائے۔ فرمانے لگے کہ اللہ جل شانہٗ سے یہ سوال کس طرح کر سکتا ہوں جبکہ خود اسی نے میرے لئے مرض کو پیدا فرمایا ہے باوجود ظاہری و باطنی علم کے اور کمال کرم نواز اور مہربان ہونے کے۔ اَب اس تمام حقیقت کا علم حاصل ہونے کے باوجود سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ اس کو شفاء کے لئے عرض کروں۔ وہ کہے گا کہ یہ بندہ کس طرح کا ہے جو میرے اختیار پر اپنی مرضی حاصل کرنے کی درخواست پیش کرتا ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کا فیصلہ اور تمام طرح کی حمد وثناء کا وہی مستحق ہے ہم اس کے فیصلہ پر الحمداللہ کہہ کر شکر ادا کرتے ہیں۔ اَب عرض کیا گیا کہ اگر آپ مکان کے اندر سے باہر صحن میں آ کر بیٹھیں تا کہ ہوا جسم کو سکون دے۔ آپ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے اللہ کریم کہے گا کہ یہ بندہ اپنے نفس کی خوشی کا اتنا طلبگار کہ راحت اور سکون حاصل کرنے کے لئے ہوا کا سہارا لے رہا ہے اور یہ بات میرے لئے اصولِ معرفت کے خلاف ہے۔ آپ سے کسی نے ہمت اور بلندیٔ روح کا سوال کیا تو فرمایا ہمت وعلو کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک کو روح کی طرف رکھ دیا ہے اور دوسرے کو دل کی جانب۔ اسرارات روح کے قبضہ میں دیے ہیں یعنی ہمت پر روح کا اختیار ہے اور عزتِ نفس تجرید کے دسترخوان پر قائم کی گئی ہے اور دل کی ہمت یہ ہے کہ صدق کی بنا پر تصدیق اور باطنی راہ جس کو حسن اور عزت کے نام بھی دیے جاتے ہیں ہمت کی وسعت اور تحقیقِ معرفت کو حاصل کر لینا ہے اور اس نعمت کو دل لاتا ہے تو اصل ترجمہ صفات کا خواہشات کا خاتمہ کر دینا

marfat.com

ہے اور ہر طرح کی لالچ مخلوق کے ساتھ رکھی جاتی ہے اس کا خاتمہ کر دینا ہے۔ طریقت کا اصل منشاء اللہ کے سوا تمام مخلوق کے تعلقات مٹا دینا ہے اور فتوت کا اصل معنی دل کو اللہ کے ساتھ لگا دینا ہے اور تمام مخلوق سے نا اُمید ہو کر اپنی اُمید اللہ کے ساتھ لگا دینا ہے۔ مروّت کا اصلی معنی یہ ہے کہ ذاتِ واحد کی معرفت کے لئے مردِ عارف خود واحد ہو جائے اور باطنی حالات کو اللہ کریم کے ساتھ پختہ کرے اور مضبوط ہو جائے۔

حکایت ہے کہ ابوسعید خذریؒ فرماتے ہیں کہ ایک وادی میں ہم اُترے تو مجھے شدید بھوک لگی ہوئی تھی۔ میرا نفس مجھے بار بار کہہ رہا تھا کہ میں کسی دوست سے کچھ مانگ لوں۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ یہ مطالبہ توکل کے خلاف ہے اور صیانت کے خلاف ہے۔ پھر دوبارہ میرے نفس پر بھوک کا غلبہ ہوا تو میں نے اللہ کریم سے دُعا کی کہ یااللہ مجھے صبر کی قوت عطا فرما۔ ناگہاں ہاتف غیبی نے میرے قریب آ کر فرمایا کہ جو شخص ہمارے پاس آتا ہے اور دُعا کرتا ہے تو ہم اسے ضائع نہیں کرتے اور پھر اس کے بعد دوبارہ آواز آئی کہ میں اللہ ہوں جو میرا بن جاتا ہے اور میری یاد میں لگ جاتا ہے وہ قبول ہوتا ہے اس لئے کہ ہم نے اس کو دیکھا اور اس نے ہم کو نہیں دیکھا۔ ابوسعیدؒ فرماتے ہیں کہ اس آواز کے بعد میں اصل راز کو سمجھ گیا۔

(واللہ اعلم)

عارفِ کامل ابوالقاسم حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اے اللہ والو سنو! اور یاد رکھو کہ میں نے اہلِ ہمت اور صاحبانِ امانِ معرفت کو دیکھا ہے اور غور و فکر کے ساتھ ان کی گفتگو کو سنا ہے اور جو جو باتیں انہوں نے کی ہیں ان

marfat.com

باتوں کو سنا ہے۔ جو باتیں تیز بجلی کی طرح گزر جاتی ہیں اور ایک باریک اشارے اور عجیب وغریب واردات اور اسرارات کی کلام اللہ کی طرف سے واقعہ ہوا کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کرتا ہے کہ جن دلوں پر یہ واردات قائم ہو جاتے ہیں وہ دل قابلِ تعریف ہو جاتے ہیں اور کسی دل کے حالات جاننا کہ یہ دل قابلِ تعریف دل ہے یا قابلِ نفرت ہے یہ صرف نبی اور رسول کا حق ہے کیونکہ نبی اور رسول علمِ باطن سے واقف ہوتے ہیں لیکن تمام انبیاء اور رسول اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف مراتب کے مالک ہیں اور ان کے درمیان مراتب کے فرق کا تعلق ہے اور یہ فرق نبوت و رسالت کی قوت کے ساتھ قائم ہے، لہٰذا جو نبی اور رسول جس قدر قوت کا مالک ہوگا اسی قدر زیادہ علم و حالات کا واقف ہوگا۔ اَولیاء وصدیقین کو یہ مقام قربِ الٰہی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ جس قدر قربت حاصل ہوتی ہے اسی قدر ان پر کشف اور حالات واضح ہوتے ہیں۔ ان کے بعد وہ عقل رکھنے والے حضرات ہیں جن کی عقل میں قوتِ پرواز ہے اور وہ اپنی قوتِ عقل کے ساتھ حالات کو معلوم کرتے ہیں۔ اس طرح وہ ذہین انسان ہیں جو توحید کے چشمہء کرم سے کشف وعلوم کو حاصل کرتے ہیں اور علوم الٰہیہ کو سن کر ان حضرات کے بدن بے قرار ہو جاتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ معرفت کی اصطلاح میں انہی کو متقی کہا جاتا ہے اور کلام الٰہی سے محبت کرنے والوں کو ایک آگ لگ جاتی ہے۔ جب عارف کی آتشِ عشق چمکتی ہے تو مریدوں کی روحیں سکون حاصل کر لیتی ہیں اور اس لئے یہ لوگ اللہ کے نائب خود سکون حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کی روحوں کو اس سے تسکین دیتے ہیں اور مرید اپنی روح کو تسکین

marfat.com

دیتا ہے۔ عارف کا کلام عارفوں کو سکون دیتا ہے اور جو شخص مرید خاص بن جائے اور پھر یہ چاہے کہ معرفت کا کلام کروں اور اس خیال میں ہو کہ عارفِ حق جو کلام میں اثر رکھتے ہیں وہ اثر سامعین میں پیدا کر دوں تو ان حضرات کو پہلے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اپنا کلام ایک مجمع کو سنا رہے ہیں۔ سامعین کی ہمت کے مطابق بیان کیا کریں اور سامعین کی سمجھ کے مطابق الفاظ کو زبان پر لائیں۔ مردِ عارف کا اصلی حق یہ ہے کہ زبانِ حال سے کلام فرمائے اس لئے کہ زبانِ حال زیادہ فصیح ہوا کرتی ہے زبانِ لفظ و سقال سے۔

حکایت میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذؒ کی مجلس میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور سب نے کلام سننے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ پر خوف کی کیفیت طاری تھی۔ آپ کھڑے ہو کر کلام کہنے لگے۔ پہلا کلمہ جو آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا اے لوگو! میں نے آگ کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس کے شعلے نے میرے جسم کو داغ دیا اور جگر جلنے لگا میں دوڑ کر اپنے آقا کے پاس گیا، جا کر چلایا کہ میرے ہاتھ جل گئے اور میری روح درد سے بے چین ہو کر ختم ہونے لگی ہے۔ اے اللہ رحم کر، اللہ کریم کے دربار میں ہم اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کے کلام کا سلسلہ جاری رکھا اور فرمایا کہ آج کا دن میں نے اپنے آپ کو پوری قوم میں روک لیا ہے اور آپ کو صبر کی تلقین کی ہے۔ سامعین نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا اور کپڑوں کو پھاڑ ڈالا اور چیختے چلاتے اور روتے ہوئے گر گئے۔ جب یحییٰ بن معاذؒ اپنے ارشادات سے فارغ ہوئے تو سامعین میں سے تیرہ جنازے فوت شدہ لوگوں کے اُٹھائے گئے جن میں مرد اور عورتیں شامل تھیں۔ یہ اموات حضرت یحییٰ بن

marfat.com

معاذؒ کے کلام کے اثر سے واقع ہوئی تھیں اور وہ لوگ وعظ کے اثر سے ہلاک ہوئے۔

حکایت ہے کہ ایک شخص نے یہ ارادہ کیا کہ آج نماز عصر کے بعد حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں جا کر حیا کا سوال کروں گا۔ آپ اپنے گھر میں موجود تھے اور خادم دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ سائل نے اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن خادم نے کہا یہ وقت ملاقات کا نہیں بلکہ یہ وقت حضرت کی عبادت کا ہے۔ اس لئے اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ شیخ اچانک باہر آئے اور خادم کو فرمایا کیا میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ اگر کوئی آئے تو روکا نہ کرو۔ خادم نے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ سائل اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ تمام مکان آپ کے وجود سے پُر ہے کہ کوئی دوسرا بیٹھ نہ سکتا تھا۔ سائل خوفزدہ ہو کر واپس آ گیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو یہ سائل دوبارہ حاضر ہوا خادم سے اجازت مانگی اور اندر جا کر خلوت خانہ کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا تو یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ آپ کا تمام وجود گلا ہوا ہے اور آپ ایک خیال کی طرح موجود ہیں۔ سائل پر ہیبت طاری ہو گئی لیکن وہ ٹھہر گیا اور آپ سے کچھ کہا۔ دوبارہ وہ خیال قسم کا جسم بھی حرکت کرنے لگا۔ یہاں تک کے آپ کا جسم پانی کی طرح ہو چکا تھا اور چند ساعت کے بعد آپ ہوا میں کھڑے تھے۔ وہ سائل نہایت خوفزدہ ہو کر گھبرا گیا اور واپس چلا گیا۔ خادم نے سائل سے پوچھا کہ کیا حالت دیکھی ہے جو تم پر گھبراہٹ نظر آ رہی ہے۔ سائل نے تمام حالات کو بیان کر دیا۔ خادم نے کہا کہ آپ کے سوالوں کے جواب آ گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ پہلے دن جو حالت تم نے دیکھی ہے کہ تمام

marfat.com

مکان آپ کے جسم سے پُر ہے۔ وہ صرف کسی کو دیکھنے کی حالت ہوا کرتی ہے اور دوسرے دن جو حال تھا بدن تمام پگھلا ہوا وہ حالت آپ کی حیا تھی اور جو پانی آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ ہوا میں ٹھہرا ہوا تھا اور آپ پگھلے ہوئے تھے اور جو باقی حالت تم نے دیکھی یہ تمام خوف ہی کی حالت تھی اور حیا خوف کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ یہ سن کر سائل حیران ہو گیا اور عرض کی کہ کیا فصیح زبان سے مسئلہ حل ہو گیا۔ اس طرح کے واقعات کو زبانِ حال کہا جاتا ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت لیث مصریؒ کے بھائی تھے اور یہ حضرت اسکندریہ میں قیام فرما تھے۔ جب حضرت لیثؒ ان کے پاس گئے تو انہوں نے سلام کہا اور آپ سے پوچھا کہ آپ کہاں تھے؟ فرمایا کہ اللہ کریم کی طرف توجہ میں تھا۔ بھائی نے کہا اللہ کے حضور بیٹھ رہنے سے تجھے کیا ملا ہے؟ یہ بات سن کر ایک ہیبت طاری ہو گئی اور وہ بیہوش ہو کر گر گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ آپ کے کان میں آواز آئی کہ اے لیث جب بندہ اللہ کی طرف صدقِ دل اور یقینِ کامل کے ساتھ توجہ کر لیتا ہے تو اس پر جو فوائد نازل ہوتے ہیں وہ صاحبِ حال ہی جانتا ہے کسی دوسرے دل کو اس کی حالت سے خبر نہیں ہوتی بلکہ یہ محال ہے اور عجائبِ کلام کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کان فارغ نہیں ہوتے کہ سننا بند کر دیں اور یاد رکھو! اہلِ حال درویش کا کلام اللہ کریم کے برستے ہوئے تیر ہوتے ہیں اور جب مردِ حال کا کلام اللہ کے تیر ہیں تو یاد رکھو کہ اللہ کریم کے تیروں کا نشانہ کبھی خطا نہیں جائے گا بلکہ تیر نشانے پر جا کر لگے گا اور ٹھیک لگے گا۔

marfat.com

ایک عارف سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کب بولنے والا ہوتا ہے اور کب خاموش ہوتا ہے اور کب انسان حاضر ہوتا ہے اور کب گم ہوتا ہے اور کب انسان غائب ہوتا ہے اور کب موجود ہوتا ہے۔ فرمایا انسان جب اللہ کے لئے حق کے ساتھ کوئی بات کہتا ہے تو انسان ناطق یعنی بولنے والا ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ حق کے سوا کلام کرتے وقت گونگا ہو جائے اور جب انسان کا دل اس مرتبہ پر ہو کہ وارداتِ قلبی قلب پر شروع ہو جائیں تو اس وقت انسان غائب ہو جاتا ہے اور حق کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے اور جب اسرارات الٰہیہ کا وجود اپنی ذات میں حاصل ہو جائے اور یہ مرد عارف ہو جائے اور زبان خاموش رہنے لگے اور حال خود بیان کرنے لگے اور عارف کو زبانِ حال مل جائے اور زبانِ حال زیادہ فصیح ہوا کرتی ہے وہ زبان سقال ہے اور مقال یہ کہا کرے کہ ہمیں عارفوں کو حالات کا علم نہیں تو یہ شخص اپنے حال میں ہی کلامِ معرفت کرنے والا ہوتا ہے۔

ایک عارف سے عرض کیا گیا کہ آپ کا کیا حال ہے جبکہ آپ حال پر بولتے ہیں۔ فرمایا اگر عارف اپنا حال بیان کرے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور جب حال بیان نہ کرے اور خاموش رہے تو اپنے آپ کو جلا لیتا ہے۔ عارف کو کہا گیا کہ جب اللہ کے متعلق آپ سے سوال کیا جائے تو آپ کا جواب زبانِ حال سے دیتے ہیں یا زبانِ قال سے۔ فرمایا زبانِ قال سے زبانِ حال زیادہ بہتر ہوا کرتی ہے۔

ایک عارف سے سوال ہوا کہ انسان کب اللہ کریم کو حاصل کر لیتا ہے اور مرد کو کب صاحبِ حال کہا جاتا ہے۔ فرمایا جب حال طاری ہو جائے

marfat.com

تو حال پر راضی ہو بلکہ جب حال پر خود غالب آ جائے تو صاحبِ حال ہو گا۔ اس لئے کہ جب کوئی عارف حال پر غلبہ پانے سے پہلے بھی اپنے آپ کو صاحبِ حال تصور کر لیتا ہے صفاءِ احوال میں مشکل درپیش ہوتی ہے لیکن حال غالب آ جانے سے یہ فائدہ ہو گا کہ صفاءِ احوال باقی رہے گا اور حال کے نہ رہنے کی صورت میں بھی صاحبِ حال ہی رہے گا۔ صاحبِ حال فقیر کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ مخلوق کے تمام حالات سے واقف ہو جاتے ہیں یہاں تک کے نسبتوں کا اختلاف اور ارادوں کے اختلاف اور منازل کا مختلف حال اور مخلوق کے فہم و اذکاء سے واقف ہو جاتے ہیں اور ادراکِ ہمتوں کے حالات وغیرہ کا علم رکھتے ہیں لیکن عارف ان تمام صورتوں میں ہدایت اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ذالنون مصریؒ کے کلام سے ایک کلام نقل کرتے ہیں کہ میں نے کسی قوم میں کوئی ایسا محدث نہیں دیکھا جو اپنی قوم کی عقل وفہم کے مطابق ان کا عارف نہ ہو اور ان کے ارادوں کو نہ جانتا ہو لیکن یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض کے لئے یہ حالت ایک فتنہ بن جاتی ہے اور فرماتے تھے کہ عارف کی یہ ذمہ داری نہیں کہ ضرور وہ معرفت کی باتیں کرے۔ دُنیا داروں کے پاس اور آخرت کے طلبگاروں کے درمیان اگر عارف واقعی معرفت کا کلام کرنے پر مجبور ہو گیا ہے تو اہلِ ہمت اور صاحبِ دل کی تلاش کر کے ان کے سامنے بیان کرے۔

ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اہلِ معرفت کے کلام کرنے کو پسند کرے اور اس کو ضرورت ہے کہ انوارِ معرفت کے ساتھ کلام کرے اور

marfat.com

جب اللہ کے ساتھ وقت بہتر ہو اور صحیح ہو تو عارف کی تمام زبان فصیح ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ کریم نے تمام عارفوں کو ہر طرح کی زبانیں عطا فرمائی ہیں۔ یہاں تک کہ جس بولی میں بولنا چاہیں بول سکتے ہیں زبانِ شریعت، زبانِ طریقت، زبانِ معرفت اور عارف کے پاس زبانِ فقر اور زبانِ فخر بھی ہوتی ہے۔ عارف کبھی بے زبان ہوتا ہے اور اللہ کی معرفت کو حاصل کرنے میں کبھی صفات میں گم ہو جاتا ہے اور کبھی ذات میں فنا ہوتا ہے۔ عارف اول اللہ کی ذات اور صفحات کو تلاش کرتا ہے اور اس مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ عبدِ ناطق کہلائے اور بولنے کے وقت عبدِ ساکت کہلائے حاضر و غائب وغیرہ کے طریق پر کلام کرتا رہے اور عارف کا یہ حق ہے کہ کلام کو پہچانے اور مقامِ کلام کا خیال رکھے اور کلام سننے والوں کی حالت کا خیال کرے اور یہ خیال رکھے کہ ہر جگہ کا کلام اور طریقِ گفتگو کا اسلوب الگ الگ ہوتا ہے اور ہر بولی کو سمجھنے کے لئے الگ الگ الفاظ ہوتے ہیں اور ہر کلام کے اہل ہوتے ہیں اور سامعین کی طاقت کے مطابق جو جماعت جس کلام کی اہل ہو وہ کلام اس سے کیا جائے اور حاجت سے زیادہ کلام نہ کرے اور اہلِ حاجت ان کی طلب سے محروم نہ رکھا جائے۔ اس لئے کہ طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ظلم ہے اور اہلِ حاجت کی حاجت روائی نہ کرنا بخیلی ہے جہاں تک ممکن ہو علم کی اشاعت کی جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے ایک حکیم سے ارشاد فرمایا اے صاحبِ حکمت تو اس طبیب کی طرح ہو جا جو دوا کے ساتھ ساتھ نصیحتیں کرتا ہے اور دوا وہاں دیتا ہے جہاں نفع دے اور دوا کو وہاں لگایا جاتا

marfat.com

ہے جہاں پر درد ہو اور پتہ ہو کے یہ دوا نفع دے گی اور جہاں پتہ ہو کہ یہ دُعا نفع دے گی وہاں اس کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ حکمت کو اصل مقام کے سوا رکھنا جہالت ہوتی ہے۔ اہل کو حکمت نہ دینا ظلم ہوتا ہے۔ اپنے راز کو ہر شخص کے سامنے بیان نہ کیا جائے اگر اس طرح کرے گا تو اپنے لئے شرمندگی حاصل کرے گا۔ عارف کا حق یہ ہے کہ کلام میں ادب کا خیال رکھے اور جہاں کلام کیا جاتا ہو اس کی عزت کو ذہن میں رکھا جائے اور اپنے مرتبہ کو جانے اور اپنی قدر و منزلت کو ضائع نہ کرے اس لئے مشہور مقولہ ہے! **تعظیم الکلام خیر من کثرۃ الکلام** ''یعنی کلام کی تعظیم یہ ہے کہ کثرت سے کلام نہ کیا جائے۔''

کہا جاتا ہے کہ جب کلام کرنے والا اپنے کلام کی عزت کا خود خیال نہیں رکھتا اور جگہ کا بھی خیال نہیں رکھتا اور نااہل لوگوں سے اپنے کلام کو چھپاتا نہیں تو ایسا عارف بہرہ، گونگا، اندھا ہے۔ یعنی خدا نے اس کی سماعت چھین کر اسے بہرہ کر دیا ہے اور نطق چھین کر گونگا کر دیا ہے اور نظر چھین لی ہے تا کہ اندھا رہ جائے۔ یہ سزا اس لئے ملی کہ معرفت کے کلام کا ادب نہ کیا تھا۔ عارف جب اپنے کلام کا خود ادب و خیال رکھے گا تعظیمِ کلام کو اپنا آئین بنائے گا تو زبان کیا بدن کا ہر عضو بولنے لگا جائے گا اور یہ حالت ہو گی کہ اپنی خاموشی میں ناطق ہو گا، غائب ہونے کی حالت میں حاضر ہو گا اور آدابِ بزرگی حاصل ہو گی۔ خوب یاد رکھو! کہ کلام کا ادب یہ ہے کلام عارف صاحبِ معرفت کے ساتھ ہونی چاہئے اور عارف کے ساتھ معرفت کا کلام کیا جائے اور زاہد کے ساتھ زاہدوں کی طرح کلام کیا جائے، اہلِ توحید کے ساتھ توحید

marfat.com

کی زبان استعمال کی جائے۔ اسی طرح ہر گروہ کی شان کے مطابق کلام کیا جائے مثال کے طور پر فقہا کے ساتھ فقہی طریق پر، آداب والوں کے ساتھ اَدب والا کلام کیا جائے۔ یعنی کلام کرنے میں سامع کے علم و فضل اور مرتبہ و مقام کا خاص خیال رکھا جائے۔ اب آپ پر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ آپ حضرات کو اپنے کلام کا مرتبہ ملحوظ رکھنا لازم ہے اور کلام سامع کے مرتبہ پر کیا جائے اور ہر شخص کی منزل کو سامنے رکھ کر کلام کیا جائے اور یاد رکھیں کہ وہ راز جو آپ کے اور آپ کے محبوب کے درمیان ہے وہ کبھی فاش نہ کریں۔ یہ دونوں طرف لازمی ہے کہ محبّ اور محبوب دونوں راز کو کسی پر ہرگز بیان نہ کریں۔ محبّ اور محبوب میں راز فاش کرنے سے شرمندگی اُٹھائے گا اور رازِ محبت کو کسی دوسرے پر واقف کرنے والا اپنے لئے گمراہی اور دائمی عذاب کو دعوت دینے والا ہوتا ہے اور موجبِ سزا ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک سیاہ رنگ کے آدمی کو دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اور انتَ، انتَ،..... تُو ہے، تُو ہے، بہت دفعہ کہہ کر اور کوئی لفظ کہتا ہے جس کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کیا لفظ کہہ رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں قریب چلا گیا تا کہ وہ لفظ سُن سکوں جو مخفی طریقہ پر کہتا ہے لیکن وہ سمجھ نہ سکے تو حبشی جوان سے کہا وہ کیا بات ہے جس کو تم مخفی طریقہ سے کہتے ہو۔ وہ حبشی کہنے لگا کہ دو محبت کرنے والوں کی بعض باتیں راز والی ہوتی ہیں جن کو فاش نہیں کیا جاتا اور جب زبان سے بیان کرنا ناممکن ہے تو قلم اور کاغذ اور خط میں بھی ان اسراروں کو، بھیدوں کو بیان کرنا گناہ ہے اور وہ محبت کرنے والوں میں حکایت

marfat.com

ہوتی ہے اور وہ کلام ہے، وہ کلام سِرّ ہے جو محبت کے اظہار کا سبب ہوتا ہے وہ کلام جو بطریقِ سِرّ ہو اس کلام میں نور کی آمیزش ہوتی ہے اور اس کی خبر انہی حضرات کو ہوتی ہے۔ میں نے کہا آپ مردِ عارف ہیں کچھ اور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ ایسے ہی دلوں کو امانتیں دی جاتی ہیں اور امانتوں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسرارات ہیں اور اسرارات بہترین امانتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی جو عارفین کے پاس رکھی جاتی ہیں۔

حضرت عارف کامل ابوالقاسم جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اے اللہ والوں کے گروہ یاد رکھو! جلیل القدر ولیوں و امامانِ معرفت کے کلام ان کی ہمتوں کے مطابق ہوتے ہیں اور ان بزرگوں کے کلام میں اس قدر فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ اتصال (ملنے) اور انفصال (جدا ہونے) کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے اور ان باتوں کا احساس ہو جائے جو اسباب اللہ کے ساتھ مشغول کرنے والے ہیں اور وہ اسباب جو اللہ کریم سے دور کرنے والے ہیں اور کون سے افراد اللہ کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور کون کون سے اسباب عرفان کی طرف اس طرح پہنچانے والے ہیں کہ ان میں ہیجان ہو اور اسرارات کا مشاہدہ کیا جائے اور وہ خواہشات جو حق کے قریب جانے میں رکاوٹ اور پردے بن گئے ہوں اور ان پردوں کا کشف ہو کر حق کو ملاحظہ کر لیا جائے اور وہ معاملہ جو بندۂ مومن کی ابتداء میں شروع ہوا تھا اس میں صفاءِ حال اور صحتِ ادب حاصل ہو جائے اور کامل طور پر اللہ کریم کی جانب تمام کائنات کو چھوڑ کر چلا جائے اور کامل ارادہ سے دل کے معاملۂ معرفت کی طرف لگاؤ ہو اور معرفت وصل کا انتہا اس کے فضل کے بغیر نہیں

marfat.com

آ سکتا اور نہ اسباب کی معرفت سے ہو سکتی ہے جو اس کی طرف مشغول کر دیں اور نہ معرفتِ داعی کی حاصل ہو سکتی ہے جبکہ اس چیز کی معرفت حاصل نہ ہو جس کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اس طرح دل پر امواجِ عرفان کا ظہور ضمیر کی کیفیتِ ہیجان جو دل کے وسوسوں سے شروع ہوتے ہوئے ہر چیز پر قبضہ کر لیتی ہے۔ تفکرات سے کتنی موجیں اُٹھیں قلب و روح پر کیسا اثر ڈالتی رہیں کوئی شخص نہیں گن سکتا اور جو آپ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ بلکہ یہ حالت ہونی چاہئے کہ عبادات کے معنی کو جان لینے تک جو ذہن میں حسن و لطافت پیدا ہوتی ہے وہ بھی باقی نہ رہے اور اگر کوئی عالم اسرارِ غیب کو بیان کرنے والا ہو اور وہ شرح و تفصیل سے بیان کرے، پرلطف عبادت کے ساتھ ایک خاص طرح کا اندازِ بیاں پایا جاتا ہو اور ساتھ ساتھ جہاں بیان میں تفصیل کا پہلو پایا جائے اور سامعین کا لطف اندوز ہونا لازمی ہوتا ہے اور بیان میں لطافت، اسرارات کی شرع کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور محبّ و محبوب کے درمیان جس قدر دوری اور حجاب ہو اور عارف ان حقائق کو بیان کرے اور حجابات کو اُٹھانا چاہے اور طالب کو ان اسرارات کا تفصیلی دیدار ہو جائے اور قلبِ رؤیت پر مطمئن پایا جائے اور راہِ تصوف میں جس قدر اسرارات کے کھلنے کی ضرورت ہو وہ طالب پر کھلتے جائیں تو معرفت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے گا۔ عارف انہی باتوں کو بیان کرے گا جس کو اس نے عالمِ مکاشفہ میں دیکھا ہے اور ''اوّل ہوں یا آخر'' اہلِ ہمت کا مقصود یہی ہوا کرتا ہے کہ ''علم از غیب پردہ آئید'' اور جب عارف مردِ حق آگاہ اپنا منہ کھولتا ہے اس خیال سے کہ میں بیان کروں تو سننے والوں کو

marfat.com

عارف وہی باتیں سنائے گا جن کو ہم نے عبادت سے بیان کیا ہے اور شرح کر دی ہے۔

لیکن عارف کو یہ تمام علوم مشاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں اور خوش نصیب حضرت عارف کے کلام کو سننے والو! غنیمت جانو اور خوب پہچانو کہ مردِ عارف کیا بیان فرما رہا ہے اور اس کا یقین کرلو کہ یہ عبادت جس کو مردِ عارف بیان کرتا ہے شرف و بزرگی کا کلام عبادت ہوتا ہے۔ عارف کے کام کی شرافت اس بناء پر ہے کہ یہ کلام اللہ کی طرف سے ودیعت و امانت تھی جس کا اظہار کیا جا رہا ہے اور اہلِ معرفت کے قلوب اسرارِ الٰہی کے حامل ہوتے ہیں، علمِ الٰہی کے امانت دار ہوتے ہیں اور جو کلام فرماتے ہیں وہ اللہ کے امر سے ہوتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ وہ تمام دل جن کا ارادہ اللہ کی طرف ہو جاتا ہے وہ دل اللہ ہی کے ہو جاتے ہیں تو اللہ کریم پھر ان دلوں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

ابوسلیمان خواہیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم عارفوں کو اس طرح آزاد کر دیتا ہے کہ کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دے سکتا اور اگر بعض اہلِ اللہ اس طرح دیکھیں کہ نظارہ قلوب حاصل ہو تو اس طرح کے عجائبات کا نظارہ کریں کہ ان کا بیان کرنا ناممکن ہو جائے یعنی ہر دل پر وارداتِ معنی الگ ہیں۔ کسی پر جلالیت نازل ہو رہی ہے اور کسی پر جمالی کرنیں پڑ رہی ہیں۔

جو لوگ بلند ہمت تھے اور صفات کا علم رکھتے ہیں وہ اپنی ہمتیں باندھ کر اللہ تعالیٰ کی جانب چلے گئے اور باقی لوگ [illegible]

marfat.com

جانب جھک گئے اور خواہشات میں لگ گئے اور اللہ کی طرف سے غافل ہو گئے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سفر میں بہت سے صاحبانِ حکمت سے ملاقات کی ہے لیکن میں نے تمام جگہوں کو حکمت سے خالی پایا۔ ان کی حکمت کی بنیاد دوسروں کی عقل سے روشن ہیں کہ کبھی کسی کی عقل کا تھیلا کھولا اور کبھی کسی کی عقل کا تھیلا لے کر اس میں سے کوئی بات چُرا لی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن مومنین کو اللہ کی جانب ہمت کر کے جانا ہوتا ہے وہ مجالسِ معرفت میں آتے ہیں اور یہ کام مومن آپس میں بیٹھ کر مل جاتے ہیں اور اللہ کی ذات میں گم ہوتے ہیں اور اللہ کو پا لیتے ہیں اور اللہ کے ساتھ رہنے کا ذکر کرتے ہیں اور معرفت سن کر اپنے دلوں کو پاکیزہ کر لیتے ہیں۔ جب یہ مجلس کے لوگ اُٹھتے ہیں تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ مزید نعمتوں کو لے جاؤ یعنی القاء ربانی کا ظہور اور یہ حقیقت ہے کہ اَولیاء اللہ کا کلام معرفت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

کلامِ اهل المعرفت کنزا من کنوز المعرفت

کلام معرفت ہدایت ہے اور عارفوں کے دل ان خزانوں کے مالک ہیں اور عارفوں کی زبانیں ان خزانوں کی ترجمان ہوتی ہیں اور اللہ کریم نے معرفت رکھنے والوں کو حکم دیا ہے کہ ان خزانوں کو خرچ کرو اور علم کے خزانے ان کے اہل تک پہنچا دو۔

ادع الی سبیل ربک با الحکمة و الموعظة الحسنة

ابوالقاسم حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے بندے تو

marfat.com

اپنے کو اللہ کریم کے سپرد کر دے اور اپنے فکر سے بچ جا اور جب تو اپنے آپ کو اللہ کی جانب کھینچ لے گا تو تیرا دل حکمت کا مالک بن جائے گا اور تیرے دل کو حکمتِ الٰہیہ حاصل ہوگی۔ اس حکمت کو قرآنِ کریم نے خیرِ کثیر فرمایا ہے اور بعض عارفوں کے خطبوں میں یہ ارشاد ہم نے بارہا سنا ہے!

سبحان من زین قلوب المریدین بنور معرفته وسقاهم من شراب محبته و نورها بمصابیح حکمته وانطق لسانهم اللّٰه باشاراته

"بے عیب ہے وہ اللہ کریم جس نے اپنی طرف آنے والے مریدوں کے دلوں کو نورِ معرفت سے مزین فرمایا اور اپنی محبت کی مست کرنے والے شراب سے ان کے دلوں کو نورانیت عطا فرمادی ہے اور حکمت کے چراغ روشن فرما کر ان کی زبانوں کو اللہ تعالیٰ نے معرفت کے اشاروں سے متکلم کر دیا۔"

پاک ہے وہ ذات تمام عیبوں سے جس نے خوبصورت کر دیا اور مزین بنا دیا اپنے مریدوں کو نورِ معرفت سے شرابِ محبت پلا کر مست کر دیا اور حکمت کے چراغ جلا کر ان کے دلوں کو روشن بنا دیا اور ان کی زبانوں کو اللہ تعالیٰ نے اشارات کا علم عنایت فرمایا اور اس راز کو جو اشاروں میں بیان کر دیا ہے وہی سمجھ سکتا ہے جو اپنے کانوں کو باطل کی باتیں سننے سے بہرہ کر لے اور اپنی آنکھوں کو اندھا بنا لے، شہوتوں اور فضول باتوں کے کرنے سے اپنی زبان کو گونگا کر لے

marfat.com

قلوب اهل المعرفة خزانة اللّٰه فی ارضهٖ

''یعنی اللہ کے عارف بندے اللہ کی زمین میں اللہ کے خزانے ہیں اور اسرارات کے امانت دار ہیں۔''

لائقِ حکمت ہیں اور محبت کے حقائق میں اور علمِ الٰہی صورتِ نوری ہیں، جامع وجود کے مالک ہیں، انہی سے حقائقِ ربانی ظاہر ہوتے ہیں۔

یحیٰی بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ دل کی مثال دیگ کے ساتھ ہے جس میں چیزیں پکائی جاتی ہیں اور زبان اس دیگ کے منہ کی طرح ہے جو معارفِ قلبی ہو بیان کرتی ہیں، ہر زبان دل کی واقف ہے۔

حضرت ابو حامدؒ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی عام لوگوں سے وہ کلام نہیں کیا جس میں عوام کو اللہ کی طرف دعوت نہ دی جاتی ہو۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سے کوئی کلام نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر کلام کیا ہے۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں جو شخص اس بات پر جم گیا کہ وہ سچ کہے گا اور عبدیت میں سچا ہو کر رہے گا اور کسی دوسرے سے تعلق نہیں رکھے گا تو اللہ کریم اس کو مقامِ صدق میں داخل فرمائے گا۔ ان حضرات کی تعریف اللہ کریم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے!

مقعد صدق عند علیک المقتدر ط

''عارف اللہ کی بیٹھک میں مالک قوت والے کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔''

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا

marfat.com

ہے تو ہمت کی آنکھ کھولتا ہے اور قوت کے ساتھ ارادہ کی صداقت کے ساتھ سلامتی کو تلاش کرتا ہے۔ معرفت میں تفرید کی سیاہی آنکھوں میں بھر لاتا ہے اور تجرید کی سفیدی کو جمع کر کے اور بصیرت حاصل کر کے نورِ یقین کے ساتھ وہ دیکھتا ہے تو پھر اللہ کی معرفت بلاشک وشبہ حاصل ہو جائے گا۔

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اے اللہ والو خوب جان لو دیدار کی دو قسمیں ہیں۔

اوّل: دل کا دیکھنا ہے یقین کہ مشاہدے سے۔

دوئم: اور آنکھ کا دیکھنا ہے ظاہر کے مشاہدہ پر۔ یہ وہ بات ہے جس کے متعلق حضرت سیدنا جعفر صادقؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی نے سوال کیا ھل رایت اللّٰہ کیا آپ نے اللہ کو دیکھا ہے جبکہ یہ ہے لاتدرکہ الابصار (اس کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی) کا ارشاد گرامی ہو چکا ہے کہ آنکھیں اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں۔ فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ آنکھ کے دیکھنے کو ہی دیکھنا کہا جائے گا ہم نے دل کی آنکھوں اور یقین کی بصیرتوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور عام لوگ ہوش وحواس کے ذریعہ سے دیکھنے کو لازمی سمجھتے ہیں۔

خوب جان لو! کہ دل جب یقینِ محکم کے ساتھ اللہ کی طرف دیکھتا ہے اور معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اس کو کسی دوسرے طریقہ کی روایت کی ضرورت نہیں رہتی اور صفاتِ انسانیت جب ختم کر دیا جائے باوجود اس کے انسان انسان ہی ہوتا ہے جس طرح کہ حالتِ نماز میں احسان کو دیکھتا ہے حالانکہ یہ عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔ اسی طرح ثواب کو دیکھنا عذاب کو دیکھنا

marfat.com

ساقط کر دیا جائے تو صرف معرفت باقی رہ جاتی ہے اور کبھی حق بولنے کے مقابلہ پر فصیح انسان کی زبان خاموش ہو جاتی ہے اور غلبۂ حق اس پر واضح ہو جاتا ہے اور اس کے سوا معرفت ساقط ہو جاتی ہے اور یہ صفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو حق کے ہاں حاضر ہو اور باقی ہر چیز سے غائب ہو جائے اور اللہ کے قریب ہو جائے اور باقی ہر چیز سے دور ہو جائے اس طرح اللہ کریم کے حقائق زبان سے کھولے اور بیان کرے باقی ہر بیان اس بیان کے سامنے خاموش ہو جائے گا۔

اللہ کے مردِ عارف کو علامات سے پہچانا جائے گا اور عارف کی علامات یہ ہیں کہ ان کو اللہ کا علم حاصل ہو جائے۔ علم کے بعد خالص اس کا ہو جائے اور اللہ سے اللہ کو طلب کرے کہیں اللہ سے غیر اللہ کو طلب نہ کرنے لگ جائے اور یہ وہ کلام ہے جس کو اکثر علماء باللہ نے بیان کیا ہے۔

حکایت ہے کسی عارف نے فرمایا ہے کہ میں حج کرنے کو حاضر ہوا تو بیت اللہ شریف میں ایک نوجوان کو دیکھا جو اللہ کریم سے اس طرح دُعا کر رہا تھا کہ اے اللہ کئی وفد دور دور سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تو ان کو خوب جانتا ہے تو ہی تو ان کا بنانے والا ہے۔ جوان نے سنا کہ ایک ہاتف آواز دے رہا تھا۔ فدا ہونے والے اور میری طلب کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ یہ آواز سن کر اس نوجوان نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے خادم سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضرت شیخ سے سنا کہ فرمانے لگے میں نے خواب میں رب العزت کو

marfat.com

قدر تھوڑے ہیں کہ آج سوائے بایزید کے کوئی میرا عارفِ صادق طلبگار نہیں اور اس کے سوا کوئی میرا ارادہ کرنے والا نہیں۔ اس لئے میرا ارادہ بایزید کو طلب کرنے کا ہے۔

فرمایا یوسفؒ نے کہاں ہے وہ گروہ جن کو آج تک نہیں دیکھا تھا۔ فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جن کی حرکات وسکنات صرف اللہ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے ان کو نہیں پہچانا اور جو شخص اپنی حرکات وسکنات کو اللہ کریم کے لئے نہیں کرتا وہ کبھی بھی عارف نہیں ہوسکتا اور جو اللہ کا عارف ہو کر پھر اپنے دل میں غیر اللہ کو جگہ دے رکھے وہ کبھی عارف نہیں ہوسکتا۔

حکایت ہے ایک عارف سے کسی نے کہا کہ آپ کا حال کیا ہے؟ فرمایا اس کا کیا حال ہوسکتا ہے جس کا خیال ہو کہ اللہ تو غائب ہے اور بے خبر ہے حالانکہ اللہ اس کے ساتھ موجود ہے اور باخبر ہے۔ کچھ اشارے ہیں اور کچھ عبارتیں ہیں جن کو اہلِ صفاء کے سوا کوئی واقف نہیں ہوسکتا۔ اس کا باطن گردوغبارِ بشری سے پاک ہوتا ہے اور اس کے ماسواء کل مٹ جاتے ہیں اور یہ حضرات صفات سے پاک ہو کر مجرد اللہ کے لئے رہ جاتے ہیں اور ہمیں اپنے بزرگوں کے بلند مقام کا علم ہے لیکن اپنے علم میں نقص کا علم نہ ہوتا تو ہم بیان کرتے۔ اہلِ ہمت افراد کا ذکر کرنا کس قدر عظمت والا ہے اور عظمت والے کا ذکر بھی بلند ہی ہوتا ہے۔ عارف کا ذکر کرنے میں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ یہ حضرات تحقیق کے دائرہ کے امام ہوتے ہیں اور اپنی فطری کمالات کی بناء پر حکمت کو پانے والے ہوتے ہیں۔

ابوالقاسم حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اے اللہ والو سنو! بایزید

marfat.com

بسطامیؒ اللہ کی آیتوں میں (نشانیوں میں) ایک آیت (نشانی) ہیں۔ میں نے بزرگانِ معرفت اور اہلِ ہمت کی کتابوں میں غوروفکر کیا ہے اور گزشتہ زمانہ کے علمائے دین اور امامانِ ہدایت کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور معرفت کے لئے جن باتوں کی حاجت تھی میں ان کو مطالعہ میں لایا ہوں اور اس مطالعہء کثیر کی وجہ یہ تھی کہ!

لان مطالعة كلاميه مصابيح المعرفة وروح اليقين.

''اہلِ معرفت بزرگانِ عظام کے کلام کا مطالعہ کرنا روح کو یقین دیتا ہے اور ان کے کلام معرفت کے لئے چراغِ راہ کا کام دیتے ہیں۔''

اور ان بزرگوں کا کلام صفاء چشمہ کی طرح ہوتا ہے جو پیاسوں کو سیراب کرتا ہے اور ان کا کلام محبت کا دریا ہوتا ہے اور توحید کے خزانے ہوتے ہیں اور تفرید کا سامان۔

جس قدر علمائے معرفت کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اللہ کی توفیق سے اطلاع ہوئی ہے اور حقائقِ کلامِ عرفا پر واقفیت حاصل کی ہے اور ان کا مطالعہ کیا ہے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ کی تمام مخلوق میں یہ لوگ پیاری اَولاد کی طرح ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ افضل اور خاص ہیں ان تمام عارفوں کی جماعت میں جو موجودہ دور میں ہے اور جو تمام پہلے گزرے ہیں ان تمام میں بایزید بسطامیؒ افضل و اعلیٰ ہیں اور برگزیدہ ہیں۔ الحمداللہ، اللہ کی تعریف کرتے ہیں جس طرح وہ تعریف کا مستحق ہے۔

بایزید بسطامیؒ کے ایک خادم تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص

marfat.com

آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس اسمِ اعظم ہے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے اسمِ اعظم سیکھا دیں۔ اسمِ اعظم حاصل کرنے سے مجھے محبت ہے۔ حضرت نے فرمایا اللہ کے تمام اسماء اسمِ اعظم ہیں اور تمام اسماء میں کوئی تقسیم وحد مقرر نہیں۔ یعنی اعلیٰ، ادنیٰ، اعظم، اصغر میں تقسیم نہیں لیکن تیرا دل متقی ہونا چاہئے اور تو خدا کے مقابل شرک کرنے سے رک جائے اور وصل کے مرتبہ سے واقف ہو جائے۔ اگر یہ مقام تجھے حاصل ہو جائے تو پھر تُو اُڑتا پھر جہاں چاہے تو ایک ساعت میں مشرق سے مغرب تک پرواز کر سکے گا اور مُردوں کو زندہ کر سکے گا اور مار سکے گا، قدرت کا مالک ہوگا۔ سائل کی زبان سے سُبْحَانَ اللّٰہ کا لفظ نکلا اور کہنے لگا واقعی اس طرح ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں اہلِ ہمت کے نزدیک اسمِ اعظم کا حصول کوئی مشکل نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا تمام ممکنات اور سارے جہاں خود کلمہ میں اللہ کی عزت والی کلام ہے لیکن اللہ کے وہ ہمت والے بندے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے کوئی بات کہہ دیں تو ہو جائے۔ یہاں تک کہ عرشِ مولیٰ کے نیچے سے لے کر تمام کائنات ان کی ہمتوں کے ماتحت ہوتی ہے۔ سائل نے کہا کون ہے جو اس مقام کا پایا جائے (یعنی مُردوں کو زندہ کرے، زندوں کو مار دے، کائنات پر حکومت کرے؟)

فرمایا جو شخص مقامِ وصل کو حاصل کرے اور اللہ کریم کا مقرب ہو جائے تو اس کو یہ مقام حاصل ہوسکتا ہے۔

حکایت ہے کہ ایک شخص حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابویزید اللہ نے مجھے اس مقام پر فائز فرمایا ہے کہ تمام

marfat.com

جہانوں میں کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ کونسا مقام ہے؟ سائل نے کہا عرشِ اعظم کے سوا اللہ نے ہر چیز کو میرا فرمانبردار کر دیا ہے اور عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک مسخر کر دیا ہے۔ حضرت بایزیدؒ نے ارشاد فرمایا اے مسکین آدمی کس خیال میں چلا گیا ہے یہ جو تو نے بیان کیا ہے یہ تو معرفت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک ادنیٰ سی چیز کا ملنا ہے اور اگر تمام کے تمام آسمان تیرے مقام پر آ جائیں اور ہر شخص کو یہ تمام نعمتیں دی جائیں جو تجھے دی گئی ہیں تو اللہ کے خزانے میں کیا نقصان آ سکتا ہے۔

جو کمال عارف کو حاصل ہو جاتا ہے وہ اگر اس مقدار پر ہو جو تجھے حاصل ہوگیا ہے تو یہ شخص معرفت میں ناقص ہے۔ یہ بیان فرما کر آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندے اب چلا جا تجھے اجازت ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے خادم فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ شریف میں داخل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی کے اردگرد بڑا لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ وہ صاحب خاموش ہیں۔ جب ان کی طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگ جاتے ہیں۔ یہ تمام لوگ دُعا کرانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کو دیکھ کر وہ بزرگ فرمانے لگے اگر یہ مخلوق اللہ کو جان لیتی اور معرفت کو حاصل کر لیتی تو اللہ کے ساتھ اس قدر غنی ہوتی کہ دُنیا میں کسی دوسرے کی محتاج نہ ہوتی اور نہ میرے پاس آ کر یوں کھڑی ہوتی۔ یہ فرما کر آپ نے دُعا فرمائی!

ان تحجبَن عنک بِهم اللّٰهم انی اعوذبک من واعوذبک من تحجب عندلی۔

marfat.com

"اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں کہ میں حجابات میں آ
جاؤں تیری معرفت سے ان کی وجہ پر یہ بھی پناہ پکڑتا ہوں
کہ میں ان لوگوں کے لئے حجاب بن جاؤں۔"

حکایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے خادم فرماتے ہیں کہ آپ نے حج فرمایا اور کعبہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور حجرِ اسود شریف کو سلام پیش کیا اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر تشریف لائے اور دُعا کرنے لگے یا الٰہی کتنے بندے تیرے حجاب میں ہیں لیکن جو تیرے ہیں تو ان کے حق میں حجاب دور فرما۔ آواز آئی اے بایزیدؒ کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہے جس طرح کہ بدن اور روح کے درمیان کوئی حجاب نہیں، میرے بندوں اور میرے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ بایزید بسطامیؒ یہ بات سن کر رونے لگے (یعنی میرے اعضاء کو مجھ سے حجاب نہیں) اور عرض کرنے لگے کہ تجھ سے تیرے بندے صاف عرض کرتے ہیں کہ تو اپنے سے حجاب دور کر دے یہ کہہ کر بایزید بسطامیؒ پھر رونے لگے۔ اتنا روئے کہ دونوں آنکھوں سے خون جاری ہو گیا۔

حکایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے خادم فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں بایزیدؒ پر اس طرح کیفیت مقامِ حال میں طاری ہو گئی کہ آپ چیختے تھے اور چیخ بھی نہایت سخت تھی۔ میری یہ حالت تھی کہ شاید میرا دل پھٹ جائے گا۔ میں بوجہ خوف و ڈر کے آپ کی خدمت میں تین دن تک کچھ عرض نہ کر سکا۔ تین دن کے بعد میں نے عرض کیا۔ اے آقا میں نے تو عجیب چیز کو آپ سے سنا تھا۔ فرمایا وہ کیا عجیب چیز ہے جس کا خوف تجھ پر نظر آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نے اتنی زور سے چیخ ماری جس کی وجہ سے میرا دل

marfat.com

پھٹنے لگا تھا اور میرا خیال تھا کہ اس ساعت وہ تمام حجاب جو آپ کے اور خدا کے درمیان تھے وہ دور ہو گئے ہیں یا آپ کی آہ سے جل کر خاک ہو گئے ہیں۔ عارفِ حق بایزید بسطامیؒ فرمانے لگے کہ سخت درد کی چیخ اس وقت اُٹھتی ہے جب اللہ تعالیٰ اور عارف کے درمیان سے تمام حجاب ہٹ جاتے ہیں یعنی جب مردِ عارف کے دل کی آواز اُٹھتی ہے تو اس وقت حق اور عارف کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا وہ جل جاتے ہیں اور عارف کے لئے اس مقام سے زیادہ کوئی عجیب مقام نہیں ہوتا کہ حجاب ختم ہو جائے اور وصل حاصل ہو جائے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے خادم فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کی صورت میں بڑے بڑے عالم اور عارف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کرنے لگے آپ اپنا کوئی خواب بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن خواب میں دیکھا کہ میں آسمان پر اُٹھا لیا گیا ہوں اور ہر آسمان پر فرشتوں کی ایک جماعت میرے ساتھ ہو جاتی ہے اور ہر جماعت یہ سوال کرتی ہے کہ اے بایزیدؒ آپ کب تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں گے اور کیا موت تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں گے۔ میں نے کہا مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میرا فکر اللہ کو چھوڑ کر ابدیت کو یاد کرے یا ذکر کے لئے کوئی حد مقرر کروں اور ذکر کے لئے گنتی کا اہتمام کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ فاذکرو اللّٰہ ذکراً کثیرا کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ یہ سن کر فرشتے رونے لگے اور سوال کرنے لگے کہ اے بایزیدؒ یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کو ذکر کرنے والی زبان کب ملی تھی۔ میں نے کہا کہ جب جنت کے طلبگار جنت

Inamat.com

کی طلب کرنے لگے اور دوزخی دوزخ سے ڈرنے لگے اور حاکمِ حقیقی انعام کرنے پر اُترا ہوا تھا اور عادل عدل کر رہا تھا تو میں نے ہر طرف سے اپنی ذات کو ہٹا کر منعم حقیقی کے روبرو کھڑا کر دیا اور ابدی ازلی طریقہ پر اللہ، اللہ، اللہ کہنے لگا اور تمام تعلقاتِ دُنیاوی تمام اسبابِ اخروی سے بے نیاز ہو گیا۔ تمام سائل رونے لگے اور کہنے لگے اور زیادہ بیان فرمائیں، اے بایزیدؒ آپ اپنا خواب اور بیان فرمائیں اور تفصیل سے حالات بیان کریں۔

آپ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک ایسے مقام پر حاضر ہوں جہاں میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں اللہ کریم نہایت شفقت سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے بایزید مانگ لے کیا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا اے میرے اللہ مجھ پر اپنا کرم فرما، میرا ارادہ تو ہے اور میری مراد بھی تو ہے اور سوا تیرے نہ کوئی مراد اور نہ کوئی میرا ارادہ ہے۔ اس حالت میں میں نے دیکھا کہ میرے لئے ایک عظیم دسترخوان بچھایا گیا اور طرح طرح کے کھانے اور دوسری نعمتیں بھی لا کر رکھی گئیں اور ایک فرشتہ کہتا ہے کہ یہ تمام چیزیں آپ کے لئے ہیں ان کو کھائیں، ایسی چیزیں آپ نے آج تک نہ کھائیں ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دسترخوان پر رکھی ہوئی نعمتوں کو دیکھنا چھوڑ دیا اور دل میں خیال آیا کہ اللہ کریم میرا امتحان لے رہا ہے اور یہ خیال جلالتِ الٰہیہ کے سامنے اور یہ کھانا شانِ جلالت کے خلاف ہے۔ میں نے عرض کی کہ میرا اللہ کریم پاک اور بے عیب ہے اور اے اللہ میری مراد اس بارگاہ میں دسترخوان پر کھانا کھانے کی نہیں بلکہ میری مراد فقط تیری ذات پاک ہے اور اے میرے محبوب پروردگار تیرا دوست تیری بارگاہ

marfat.com

میں حاضر ہے۔ باقی تمام دوستوں نے اپنی اپنی مرادیں تجھ سے طلب کر لیں ہیں تو نے دُعا قبول کرنے کا دروازہ کھول دیا ہے۔ کسی نے معافی مانگی تو نے معاف کیا، کسی نے رحمت مانگی تو نے اس کو رحمت دی، کسی نے اور چیز مانگی تو نے وہ چیز دے دی وہ راضی ہو کر تیری بارگاہ سے چلے گئے اور تو نے جنابِ مقدس سے احسان فرمایا اور سلامتی و کرم نوازی سے نوازا۔ اے اللہ اگر تو مجھ پر کرم و احسان کرنا چاہتا ہے تو تمام حجابات کو دُور فرما کر تو جس طرح اپنی اصلی حقیقت رکھتا ہے یعنی ازلی اور عالم کے وجود سے پہلے کی مجھے وہ دیکھا دے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرا امتحان لیا کہ اگر یہ آسمانوں یا زمینوں پر ڈال دیا جاتا تو وہ کبھی قائم نہ رہتے۔ یہ بیان فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ سامعین کی جماعت نے عرض کیا کیا مخلوق کے متعلق کوئی مکاشفہ ہوا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ایک دفعہ عالمِ خواب میں میں نے اَولاد آدم کو دیکھا اور ان میں سے اکثر کو میں نے قلیل ہمت میں دیکھا یہ دیکھ کر میں شرمایا اور دل میں وعدہ کیا کہ اس ضعیف مخلوق کے پاس کبھی اپنی حاجت کو لے کر نہ جاؤں گا۔

یہ باتیں سن کر اکابرینِ امت کی جماعت اُٹھی ان پر رُعب طاری تھا اور یہ لوگ کہہ رہے تھے واہ واہ یہ شخص کس قدر عالی ہمت کے مالک ہیں۔

ایک دفعہ بایزید بسطامیؒ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر کے سامنے بیٹھ کر خطبہ سننے لگے۔ خطیب منبر پر بیٹھ کر عرض کرنے لگا اے میرے آقا میری امداد فرمانا۔ آپ نے اپنی نظرِ کرم سے دیکھا خطیب کی زبان پر یہ آیت کریمہ جاری ہو گئی!

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

marfat.com

''اور جو اللہ کی شان تھی اس کو لوگوں نے نہیں پہچانا۔''

خطیب جب یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے تو حضرت بایزید بسطامیؒ پر اللہ کریم کے اس ارشاد کی اس قدر ہیبت طاری ہوگئی کہ آنکھوں سے خون جاری ہوگیا۔

ایک شخص نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے سوال کیا کہ کوئی ایسی چیز فرمائیں جس کی وجہ سے عبادت کرنے پر ہمیشگی حاصل ہو جائے۔ فرمایا اللہ کی معرفت حاصل کر کہ تو اس کا ہے اور جب یہ بات تو پہچان لے گا تو تجھ پر واضح ہو جائے گا کہ عارف کی یہ پہلی منزل ہے اور عارف کا پہلا حق یہ ہے۔ یہ بھی پہچان لے کہ اللہ کے سوا کوئی چیز نہیں۔ جب یہ علم پختہ ہو جائے تو پھر اپنا تمام شغل اس کے ساتھ کر لے اور باقی ہر شغل کو چھوڑ دے۔ جب پوری توجہ اللہ کی طرف ہو جائے گی تو ہر چیز تیرے قبضے میں ہو گی جب تیرا ارادہ کسی چیز کا ہو گا وہ موجود ہو گی اور اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

ایک شخص حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا میں نے سنا ہے کہ آپ کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا غافل لوگ اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ان کی دُعا قبول ہو جاتی ہے یا زمین ان کے قدموں کے نیچے لپیٹ لی جاتی ہے۔ فرمایا اے عزیز سن دُعا تو کافروں اور مشرکوں کی بھی قبول ہو جاتی ہے تو پھر مومن کے متعلق کیا شک ہو سکتا ہے کہ اس کی دُعا قبول نہ ہو گی۔ سائل نے عرض کیا میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ ہوا میں اُڑنے لگ جاتے ہیں اور پانی پر بھی چلتے ہیں۔ فرمایا اے عزیز ہوا میں تو لاتعداد پرندے اُڑتے ہیں اور پانی میں لاتعداد جانور دوڑتے

Marfat.com

پھرتے ہیں۔ بندۂ مومن تو تمام پرندوں اور جانوروں سے افضل ہے بلکہ اللہ کے نزدیک مومن کی شان تمام آسمانوں اور زمینوں سے افضل ہے بلکہ عرش و کرسی سے بھی اور باقی تمام مخلوق سے بھی مومن کی شان افضل ہے۔

حضرت احمد بن حربؒ نے ایک آدمی کو مصلیٰ دے کر حضرت بایزید بسطامیؒ کی بارگاہ میں بھیجا۔ آپ نے خادم کو واپس کر دیا اور فرمایا احمد بن حرب کو کہہ دینا کہ یہ مصلیٰ آپ کو مبارک ہو اور ایلچی سے فرمایا کہ میں نے تمام زمینوں کی عبادتیں اور تمام آسمانوں کی عبادتیں جمع کر دیں اور اولین و آخرین کی عبادتیں شامل کر دی ہیں۔ ان عبادتوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خادم نے جا کر تمام واقعات عرض کر دیا۔ احمد بن حرب نے دوبارہ اسی خادم کو بھیجا اور کہا جا کر بایزیدؒ سے کہہ دینا کہ قافلہ چلا گیا ہے اور آپ ابھی تک استراحت فرما ہیں۔ ایلچی نے اسی طرح آ کر عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک کہتے ہیں کہ ایک شخص اسطرح کا ہے کہ تمام رات سویا رہتا ہے اور قافلہ تمام رات بے سکون ہو کر سفر طے کرتا ہے۔ جب پڑاؤ پر صبح اُترتا ہے تو سونے والا ان سے پہلے وہاں حاضر ہوتا ہے۔ ایلچی واپس چلا گیا پھر احمد بن حربؒ نے ایک تکیہ دے کر روانہ کر دیا اور کہا اگر مصلیٰ نہیں لیتے تو یہ تکیہ لے لیں تا کہ آرام کرتے وقت یہ تکیہ سر کے نیچے رکھ لیں گے۔ آپ نے اس کو بھی واپس کر دیا اور فرمایا جس کا تمام جسم تکیہ بنا ہوا ہے اس کو تکیے کی کیا ضرورت ہے اور فرمایا اے بندۂ مسکین یاد رکھ! فضیلت والے عملوں کی کثرت پر فخر کرتے ہیں اور ان اعمال کو بڑا سمجھتے ہیں۔ معرفت والے اگرچہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق کے عملوں کے برابر عمل کریں اور ازل سے

marfat.com

اَبد تک عمل کریں بارگاہِ ربانی کے لئے معرفت کی نظر میں حقیر وقلیل ہوتا ہے اور ان تمام کو اتنا بھی خیال نہیں کرتے جتنا کہ ایک رائی کے دانے کا مقام آسمانوں اور زمینوں میں ہوتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک لوگوں کو اللہ کی جانب دعوت دی یعنی تبلیغ فرمائی، اس خیال پر کہ لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں لوٹا کر لے جاؤں لیکن یہ ناممکن ہوا کہ میں عوام کو اپنے مقصد کے مطابق لے جاتا۔ ایک دن میں رونے لگا اور میں نے عرض کی الٰہی تو جانتا ہے کہ میں تیس سال تک تیری مخلوق کے ساتھ مشغول رہا ہوں اور تیری محبت کی بناء پر میں نے ان کو تبلیغ کی اور ان پر سخت محنت کی جہاں تک میں قادر تھا۔ اب تو ان کو دیکھ اور تو ان کا خالق ہے۔ اس التجا کے بعد اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اے بایزید کب تک تو میری مخلوق کے ساتھ مشغول رہے گا اور مجھ سے دور رہے گا۔ ہم نے ہی ان کو ان کاموں پر لگا رکھا ہے جو ہم نے چاہا ہے۔ اے بایزید کیا تو اس بات پر قادر ہے کہ مخلوق کو پیدا کرے اور اپنی ذات میں وحدت پیدا کرے؟ میں نے اپنی عجز وانکساری کا اقرار کر لیا، میں نے عوام کو چھوڑ دیا اور پوری طرح میں اپنے رب کی طرف ہو گیا اور یہ نہایت عجیب بات دیکھی کہ تمام لوگ اللہ کے پاس حاضر تھے اور میں ان کے پیچھے کھڑا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں کہ اے میرے پیارے اللہ یہ تمام مخلوق تیری ہے اور تو ان سب کا خالقِ حقیقی ہے اور تو ہی ان سب کا مالک ہے۔ میرا کوئی حق نہیں کہ تیری بارگاہ میں تیرے اور تیرے بندوں کے معاملہ میں کسی طرح کا دخل دوں۔

marfat.com

ایک دن کسی نے آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ کی دُعا کبھی فوراً بھی قبول ہوئی ہے؟ فرمایا ہاں قبول ہوئی ہے۔ سائل نے عرض کیا وہ کونسی دُعا تھی؟ فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کو بھول گیا تھا۔ ایک دن میں کچا سیب کھا رہا تھا مجھے کہا گیا کہ اے بایزید آج تجھ کو یاد نہیں رہا کہ تیرا رب ہے اور تجھے اپنے رب کو یاد کرنا ہے۔ عرض کیا کہ میں اپنے رب کو یاد کرتا ہوں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤں لیکن یہ ناممکن ہے کہ بایزید کو اللہ کریم یاد نہ رہے اور فرمایا کہ یاد رکھو! ہر چیز کی ایک روح ہے اور معرفت کی بھی ایک روح ہے۔ معرفت کی روح اللہ کو یاد رکھنا اور غیر اللہ کو بھول جانا ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ کس وجہ سے معرفتِ روح انسان پر واضح نہیں ہوتی اور اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی طرف راغب ہو کر مجرد ہو جانا ہے۔ فرمایا تعلقات کا اللہ کریم سے وابستہ کرنا اور غیر اللہ سے تعلقات کو ختم کرنا اور اللہ کریم سے اپنی ہر اُمید رکھنا اور غیر اللہ سے کوئی بھی اُمید نہ رکھنا معرفت کا لازمی جزو ہے۔

میں ابوالقاسم تمہیں کہتا ہوں کہ اے اللہ والو! میں نے بایزیدؒ کے جس کلام کو تمہارے سامنے نقل کیا ہے اس کلام کے معنی اور الفاظِ کلام کے ان اسرارات کو خوب سمجھو اور حضرت بایزیدؒ کے لطیف اشارات کی نورانیت کو خوب حاصل کرو اور آپ کے کلام کی عبارتوں میں جو مخفی خزانے ہیں ان کو تلاش کرو۔ حضرت بایزیدؒ کے حالاتِ زندگی، کلام اور معرفت کے اشارات کو میں بہت [redacted] مختلف [redacted] پر اور وارداتِ روحانی کے نزول کا

marfat.com

مجمع علم ہے لیکن یہ ناممکن تھا کہ ان تمام کو بیان کر دوں اس لئے کہ مجھے آپ کی غیرت کا بڑا خیال ہے اور اس بات کا بھی خیال ہے کہ کوئی بات آپ کی شان کے خلاف نہ ہو جائے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ جو لوگ اس کے اہل ہوں گے ان کو صحیح معنی میں ان کی نورانیت کا علم ہو جائے گا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اس کلام سے واقف ہو جائیں گے اور اللہ کریم ان کو حضرت بایزیدؒ کے علم و کلام سے واقف کر دے وہ اللہ کریم کے خاص بندے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے اس کو برگزیدہ فرمائے گا۔ آمین ثم آمین

ابوالقاسم حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اے اللہ والو سنو! اگر میں کہوں کہ عارف اللہ کریم کا عظیم سمندر ہیں اور عارفوں کی ہمتِ بلندی اس سمندر کی موجیں ہیں یہ موجیں خود سمندر سے اُٹھتی ہیں اور تمام کی تمام اسی میں گم ہو جاتی ہیں اور سمندر ایک قائم پانی ہے جس کو موجیں اصلی مرکز سے دور نہیں کر سکتیں اور تمام پانی سمندر کی لہروں میں جمع ہو جاتا ہے اور اس کی موجیں جس قدر زیادہ اُٹھتی ہیں اسی قدر سمندر کے پانی کو بیرونی کدورتوں کو آزاد اور صاف کرتے ہیں۔

اسی طرح عارف کو ہمت کی موجیں تمام کدورتوں اور شہوانی لغزشوں سے پاک و صاف کرتی ہیں۔ عارف کا بدن پاک و صاف ہو کر قابلِ انوارِ تجلیات ہو جاتا ہے۔ ہمت کی عظیم موجوں سے عارف کی طبیعت میں نفاست، روح میں بلندی اور حرکات و سکنات اور ارادات میں طہارت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام کا تمام اللہ کریم کا ہو جاتا ہے اور اس میں

marfat.com

یہ موجیں ہمیشہ اُٹھتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی تکوین باقی نہیں رہتی اور حق باقی رہتا ہے۔ یہ مقام حاصل ہو جانا رازِ عظیم کا قائم ہونا ہے۔ اگر ہمت بلند ہے تو حالت اعلیٰ ہے اور اس منزل کو حاصل کرنے کے لئے ترکِ دُنیا اور عالمِ دُنیا کے تمام تعلقات سے کنارہ کرنا ضروری ہے اور نفسانی خواہشات کا ترک اس راہ میں قرض کی طرح ہے۔ حدیث شریف میں ترکِ دُنیا کی دلیل ثابت ہے۔

حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ دُنیا اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ حضور ﷺ کے سامنے پیش کی گئی اور اس عنایت پر نہ حساب و کتاب اور نہ اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی آئی لیکن حضور سرورِ عالم ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور نہ ہی دُنیا کی جانب التفات فرمایا۔ یہ بلندیٔ ہمت کی دلیل اور کمالِ جرأت کا مظاہرہ ہے۔

اسی طرح ترکِ دُنیا فرما کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دست بدعا ہوئے۔

اللّٰھم انّی اشبع یومًا راجوع یومین.

''اے اللہ مجھے پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور دو دن فاقہ کروں۔''

حقیقت میں جب حضور نبی کریم ﷺ نے دُنیا سے سفر فرمایا تو اس وقت حضور ﷺ کا پیٹ تین دن سے جو کی روٹی کا ایک لقمہ کھانے سے خالی تھا۔

پس یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کہا کرتے ہیں کہ ہم آخرت سے

marfat.com

بے نیاز ہیں اور حق ہمارا ہے اور ہم حق کے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے دوست ہیں وہ ہمارا دوست ہے اور کہا کرتے ہیں کہ ہم کونین کی جانب کبھی نظر نہیں کرتے اور نہ جنت کو دیکھتے ہیں۔ اگر ان کی طرف آپ دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کھاتے ہیں اور پیتے ہیں، سوتے ہیں اور جاگتے ہیں، ہنستے ہیں اور کھیلتے ہیں اور ہر طرح کے پاک و ناپاک چیزیں کھا جاتے ہیں اور کلام ان کا زہد و تقویٰ پر ہوتا ہے اور لوگ ان کا جھوٹا کلام سن کر اللہ کی طرف پناہ پکڑتے ہیں اور ان کی عوام میں تصدیق کرتے ہیں اور زبان پر یہ دعویٰ برابر جاری رہتا ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے اور ہم اس کے دوست ہیں اور دوست کبھی دوست کی خواہش میں رکاوٹ نہیں بنتا اور دوست کبھی اپنے دوست کو پریشانی میں نہیں دیکھتا اور دوست کبھی دوست کو غم میں نہیں دیکھتا اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ دوست کبھی کسی دوست کو خوفزدہ کرے اور نہ دوست کسی دوست کے سوا کسی چیز میں مشغول ہو کر دوست سے غافل ہوتا ہے (نماز روزہ وغیرہ) اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ دوست، دوست کو کسی نعمت سے محروم کر دے اور خیر اور شر کا اجر اس طرح ادا نہ ہو سکے جس کی بناء پر دل کو دوست کی طرف رنج ہو۔

اس طرح کے کلام کو اہلِ معرفت کے کلام کے ساتھ ملا کر جاہلوں میں اپنے آپ کو مشہور کر لیتے ہیں اور اہلِ غفلت میں اپنے آپ کو کامل ثابت کرتے ہیں اور پھر یہ جھوٹ مریدوں پر ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ ان مکار پیروں سے نفرت کر جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوتے ہیں کہ تقویٰ کے رنگ میں کذب بیان کرتے ہیں اور اللہ کے

marfat.com

سخت عذاب میں مستحق ہوتے ہیں۔ عزت و قدر کے لحاظ سے بھی ذلیل ہوتے ہیں اور ہمت کے لحاظ سے بھی انتہائی ذلیل ہوتے ہیں۔ اس طرح کے کذابوں سے اسلام کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ اَولیاء کے گروہ کی ناراضگی کا موجب بن جاتے ہیں اور کفار کے بعد خدا کی تمام مخلوق میں ان سے زیادہ کوئی لعین نہیں ہوتا۔ میرے بھائیو! ان کی باتوں پر دل نہ لگاؤ اور ان کے دعوؤں کی پرواہ نہ کرو۔ اس بات کے لئے ایک اصول ہے کہ معرفت میں ہرگز بلند درجہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ دُنیا کو اور اس کی تمام نعمتوں کو اپنی نظر میں گرا نہ دے اور جب تک شہوتیں اپنی طغیانی پر رہیں اور خواہشات کا دریا جوش پر رہے تب تک درویش نہیں ہوسکتا۔

اس طرح بعض آفات نہایت مخفی ہوتی ہیں اور ان آفتوں میں عبادت پر مغرور ہونا اور فریب کھانا بھی ہے اور اس طرح کا فریب تو ہلاکت کے قریب ہے اور کم ترین ہلاکت جو صدیقین کے دل کو نقصان پہنچاتی ہے وہ اغترار ہے۔ صفا قلب کے لئے اور اس کے نیچے بہت باریک آفات ہیں۔ اس طرح کی آفتوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ غلام اپنے آقا کے ماتحت ہو جائے جس طرح زندگی اپنی حفاظت کا نظام تلاش کرتی ہے اور آفات سے جائے پناہ اختیار کرتی ہے اور جائے پناہ خوف سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اپنے دلوں میں خوف پیدا کرلو اللہ کریم نے اس خوف کی جانب خود حکم جاری کر دیا ہے۔

ویحذر کم اللّٰہ نفسہٖ واعلموا ان اللّٰہ یعلم مَا فی انفسکم ط

''اور تم اللہ سے اپنے کو بچالو اور فرمایا تم جان لو کہ اللہ کریم

marfat.com

جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔''

پس اللہ کا خوف دلوں میں پیدا کرلو اور جب تم پر یہ بات واضح ہوگئی ہے تو کسی طرح تمہارا حق نہیں کہ تم اپنے آپ کو امن والا خیال کرو، جب تک کہ اللہ کی طرف سے تم کو امن کی اطلاع نہ ملے۔ کہیں وہ بات نہ ہو جائے جو ابلیس کے ساتھ ہوگئی تھی کہ ابلیس اپنے آپ کو انوارِ عصمت میں خیال کرنے لگا اور اس طرح اپنے غلط خیال کی وجہ سے سخت فریب کھا گیا اور ہلاکت میں جا گرا۔ فریب ہی نے عبادت کی بناء پر اپنے آپ کو محفوظ خیال کرلیا اور یہ پتا نہ تھا کہ اللہ کے علم نے میرے لئے کیا فیصلہ کیا ہوا ہے اور کس مقام پر رکھا ہوا ہے۔ علمِ الٰہی نے اس کو تمام فتنوں کے پیدا ہونے کے بیج کی طرح رکھتا ہوا تھا اور جب وقت آ گیا تو علمِ الٰہی نے اپنا کمال ظاہر کر دیا اور ابلیس پر وہ اثر پیدا ہوگیا جو ارتکابِ فتنوں سے ابلیس کے ذمہ لگا ہوا تھا اور وہ بات صاف صاف ظاہر ہوگئی جو ابلیس کے ساتھ وابستہ تھی۔ اگرچہ ابلیس نے اپنی ذات کو انوارِ عصمت و عبادت کے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا۔

اسی طرح بلعم بن باعورہ تھا کہ اس پر مدت دراز تک انوار ولایت پر جوش تھا لیکن علمِ الٰہی میں وہ بدبخت اور اہلِ عذاب سے تھا۔

قارون پر اس کثرت سے نعمتوں کا نزول ہوا کہ وہ سخت متکبر ہو کر چھوڑ دیا گیا اور علمِ الٰہی میں وہ زیرِ غضب تھا۔ انعامات مٹ گئے اور گرفت مضبوط ہوگئی اور اس بات پر اس نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔

اسی طرح کئی نیک لوگ اوقاتِ نیک میں جانے والے حجاب میں آ گئے۔ یاد رکھو! اہلِ حجاب نشہ میں مست ہیں اور مست کو درد کا احساس نہیں ہوتا

marfat.com

لیکن جب نشہ اُتر جائے گا تو احساسِ درد ہو گا۔ محبوب کی مصیبت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اس لئے یہ ہمیشہ ثابت نہیں رہتی۔

وہ شخص جو گناہ میں چلا گیا ہو اس کا حق ہے کہ اپنی مصیبتوں کو تلاش کرے اور قرآنِ حکیم نے جو وعدے اور تشدیدیں بیان کی ہیں ان کو غور سے پڑھیں۔ میں نے قرآنِ حکیم کے تمام وعدوں وعیدوں میں سے اس آیت سے بڑھ کر کسی آیت کو نہیں پایا اور وہ آیت کریمہ یہ ہے۔

کلا انّھم عن ربّھم یومئذ المحجوبون ط

''ہرگز اس طرح نہیں ہو گا جو ان لوگوں کا خیال ہے بلکہ یہ لوگ قیامت کے دن پردوں میں ہوں گے۔''

اے میرے عزیز بھائیو! اگر تم نے دُنیا کو چھوڑ دیا ہے اور دُنیا کو چھوڑنے پر فخر کر رہے ہو۔ اللہ کی توفیق کی بجائے اپنی ہمت خیال کرتے ہو لہٰذا یاد رکھو دُنیا سے بڑا دُنیا دار بھی یہ خیال کر لیتا ہے کہ ہم نے ترکِ دُنیا کیا ہے اور اگر ہم نے گناہ چھوڑ دیا ہے تو خواہش گناہ چھوڑنے کی پیدا کر کے تم نے اس پر فخر کیا اور تعجب و تکبر کیا تو یاد رکھو تعجب و تکبر گناہ ترک کرنے کی نسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اب یہ خیال چھوڑ دو کہ میں نے دُنیا کو چھوڑا ہے یا میں نے گناہ کو چھوڑا ہے۔ یہ خیال چھوڑ دینا کامل دُنیا کو ترک کرنا ہے اور یہ خیال کرنا کہ ہم نے گناہ چھوڑا ہے اور اگر تم نے خوف کیا اور یہ خیال کر لیا کہ ہم نے خوف کیا ہے اور خوف سے امن کو اختیار کر لینا فساد ہے۔ وہ فساد جس کا قلبی خوف ہے۔ اگر ان تمام باتوں میں تم نے اللہ کریم پر توکل اختیار کر لیا اور اب توکل کی باتیں کرنے لگے اور وکیل کو تم نے صحیح طور پر پہچانا ہی نہیں تو

marfat.com

یہ توکل نہیں بلکہ ایک مصیبت ہے جو توکل کے لفظ سے پیدا کر لی گئی ہے۔ اگر تم نے محبت اختیار کی اور محبت کو کافی خیال کر لیا اور محبوب کی پہچان سے خالی رہے تو اس طرح کی محبت' محبت نہیں ہو سکتی۔ محبت تو اس وقت ہو گی جب محبّ اور محبوب میں صحیح طور پر واسطہ ہو جائے اور اگر تمہیں قرب حاصل ہو گیا ہے اور ذاتِ رب العالمین کو چھوڑ کر صرف قرب کو دیکھنا شروع کر دیا اور عوام سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مجھے قرب حاصل ہے اور اس خیال میں پڑ جانا کہ میں قرب میں ہوں تو یہ اصل میں دوری کی علامت ہے اور اس کا خیال کرنا وحشت و خوف ہے۔ ذکر کے ذکر پر فخر کرنا کہ میں نے ذکر کیا ہے یہ نسیان ہے۔

معرفت حاصل ہونے پر فخر کرنا بہت بڑا نقصان ہے۔ عبادت وصدقات کو دکھا کر کرنا کہ ہم نے یہ صدقہ کیا ہے یہ ایک فریب ہے۔ کتنے وہ لوگ ہیں جو تعریف سننے اور اپنی تعریف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اسی طرح خود پسندی انسان کو مغرور اور محبت سے دور اور مصیبت و غم کے قریب کر دیتی ہے اسی طرح خود پسندوں میں پڑنے والے اللہ کریم سے دور اور غافل ہو جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صدقِ روح باقی رہتی ہے اور نہ عرفانِ نفس حاصل ہوتا ہے بلکہ جاہل رہتے ہیں اور صبح و شام خیالِ وہم میں پڑے رہتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اللہ کریم کی طرف سے ہے لیکن جب آخرت کی تاریخ آ جائے گی اور مقدمہ پیش ہو جائے گا تو ان لوگوں کے پاس معرفت کی دولت میں سے کچھ نہیں ہو گا اور حسرت و ندامت اس طرح وارد ہو گی کہ اس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔

marfat.com

وبداھم من اللہ مالم یکونو یحتسبون.

''اور ان پر ظاہر کر دیا جائے گا جس کو وہ قابلِ گمان بھی نہ سمجھتے تھے۔''

کتنے ہیں وہ لوگ جن کو اللہ کریم نے اولیاء اللہ کے لباس سے زینت دی اور وہ اہلِ تقرب کا لباس حاصل ہونے پر اپنے آپ کو بساطِ ولایت کا خیال کر لیتے ہیں اور صفاء اوقات کو کمال خیال کرتے ہیں تو بھی اللہ کی طرف سے استدراج ہے۔ پھر ان کو نہ چھوڑا اللہ نے مگر اقبال حاصل ہوا یہاں تک کہ ان کو حقائق حاصل ہو گیا۔

کس قدر وہ لوگ ہیں جن کو لباسِ عداوت پہنایا گیا ہے اور یہ لوگ دوری کی زندگی میں پڑے ہیں۔ ان کو اللہ کریم نے حقائق کی جانب دعوت دے دی ہے اور وہی لاتا ہے اور لے جاتا ہے (انہ ھو یبدیٔ ویعید) یعنی کبھی اپنے اولیاء کو اعدا کا لباس دیتا ہے اور اعدا کو اولیاء کا لباس پہنا دیتا ہے اور ان کو صفاتِ ولایت ہے اور ان کو حقائق کی معلومات کی طرف لے جاتا ہے اور وہ اپنے تمام ارادوں کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے فضل کا اظہار کرتا ہے اور اہلِ فضل پر عدل کر لیتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ ان کو دنیا کی عیش حاصل نہیں بلکہ دنیا کا آرام بھی عطا فرما دیتا ہے اور کبھی عیش و آرام کی بجائے ان لوگوں کی دنیاوی مرادیں اور اوقات کا آرام موقوف کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جگر گرم رنگ زرد ہو جاتا ہے اور جسم کی طرفیں بیکار ہو جاتی ہیں اور عقل بھی بیکار اور دل آزمائے جاتے ہیں اور مخلوق کے دین سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر مخلوق اللہ ... کے ساتھ شامل نہیں ہوتی اور اکثر

marfat.com

مخلوق سے مست رہتے ہیں۔ یہ عجب بات ہے کہ اکثر لوگ ان عظیم خطرات سے بے خبر ہیں اور خطراتِ راہِ سلوک اور آفاتِ معرفت سے بے خبر ہیں یہاں تک کہ شرمندگی میں رہتے ہیں اور بعض اوقات تمام اوصاف میں یہ صدیقین بناء جاری رہتی ہے اور نقصان کی وادیوں میں بہہ جاتے ہیں اور گمراہی کے رنج میں جا پڑتے ہیں۔

اے اللہ والو سنو! اگر تم سفر میں ہو تو کون سی چیز ہے جو عاجز کرتی ہے، روکتی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں دونوں جہان کی نعمتیں دی ہیں اور ان تمام نعمتوں کو حاصل کر کے تم حجابِ کفر میں جا رہے ہو اور اپنے رب سے بے خبر ہو۔ کتنے آدمی اس طرح کے ہیں کہ اللہ کریم نے ان کو عزت وجاہت، دولت اور بادشاہت دی ہے اور ہر نعمت ان کے پاس موجود ہے اور ان لوگوں کی نظروں میں یہ قابلِ عزت ہیں اور وہ اللہ کریم کے پسندیدہ لوگوں میں شامل ہیں اور صاحبِ عنایت ہیں اور کبھی یہ باتیں بھی اللہ کی طرف سے استدراج ہو جاتی ہیں اور یہ عزت قائم نہیں رہتی اور اللہ کریم حقائق کی جانب بدل لیتا ہے اور ان کو اس طرح عرفانِ معرفت حاصل ہوتی ہے، انہوں نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا کہ یہ مقام ملے گا۔

کتنے وہ عالم ہیں جن کے پاس علم وحکمت، فصاحت وبلاغت موجود ہے۔ گفتگو کی چاشنی سے معرفت کے اسرارات کو واضح کرتے ہیں اور قوتِ علمی کمال ذہنی اور فہم وفراست کے ساتھ چالاکیٔ طبعی کے ساتھ علوم کو بیان کرتے ہیں اور جب عوام میں یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اس طرح ہے

marfat.com

ہے اور یہ تصور پیدا ہونا اللہ کی طرف سے استدراج ہے اور یہ لازمی نہیں کہ عالم اس طرح استدراجی کیفیت میں ہمیشہ رہے گا، ہوسکتا ہے کہ اللہ کریم اس کو بدل دے اور اس طرح عالم حقائق کی طرف آ جائے اور کسی وقت اس پر اللہ کریم کی مہربانی شاملِ حال ہو کہ استدراج سے نکال کر اپنی اصلی منزل میں لے آئے۔

اسی طرح کتنے عابد ہیں کہ وہ ذکر کرنے میں لگے رہتے ہیں اور کتنے اللہ سے ڈرنے والے ہیں کہ ان پر خوفِ الٰہی طاری ہوتا ہے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

اور کتنے ڈرنے والے اور اہلِ حال پر ہلاکت طاری ہوگی اور ان پر ''شر'' کا نزول ہوا۔ وہ لوگ جن پر نعمتیں نازل ہوتی رہیں اور انہوں نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی اور اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے، کتنے وہ لوگ ہیں جو صرف اپنی تعریف کروانے کے لئے صوفی اور عالم بنے، عابد وزاہد اپنی شکل وصورت فقیروں کی بنا کر بیٹھے تا کہ تعریف کرائیں، جب حالت یہ ہے تو عابد کے لئے لازمی ہے کہ اوقات پر بھروسہ نہ کرے اگرچہ ان کے تمام ظاہر وباطن صاف ہوں اور کسی وقت اپنے آپ کو اللہ کی طرف سے آزمائش آ جانے سے امن میں نہ رکھے بلکہ ہر وقت آزمائش اور فتنہ سے ڈرتے رہیں اور اس کی پناہ اختیار کریں۔ اللہ کی دوستی قائم ودائم ہوتی ہے۔

اور کتنے اس طرح کے شیخ ہوں گے جن کو مرید جمع کرنے کا شوق ہے اور مریدوں کی ایک بڑی جماعت جمع کر کے نہایت خوش ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خود محرومِ ولایت ہوتے ہیں اور ولایت کے نظام میں

marfat.com

خرابی پیدا کر کے ملعون رہتے ہیں۔ بے شک اللہ کریم کے پاس ولایتِ غیبی کا نظام ہے اور چھپی تدبیر ہے اور غفلت میں غضب کا نزول ہے اور دیر کرنے میں جدا ہونے کا ڈر ہے۔

اے عزیز بھائیو! کبھی فریب نہ کھا جانا کہ اللہ کی طرف سے جن باتوں کا اظہار ہو رہا ہے وہ تم نہ جانتے تھے کہ اس حسین لباس میں استدراج ہو رہا ہے اور تم نہیں جانتے کہ اللہ کی طرف سے استدراج کا قیام انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو غافل ہو جاتے ہیں۔ استدراج کا نزول تم نہ جانتے ہو۔ اللہ کی اس آیتِ کریمہ پر غور کرو کہ

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ اے فریب کھانے والو نعمتوں پر اس طرح مغرور نہ ہو جانا اور کبھی اکڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ماتحت انتقام ہیں اور کتنے فیصلے انتقام کے ہوتے ہیں۔

اور جن کے حالات بہتر ہوں اور اوقات صحیح ہوں لازماً ان کے لئے بشریت کی ظلمت اور بہت سے حقائق کی غفلت موجود ہوتی ہے۔

حضرت یحییٰؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اچھے اوقات کے خیال میں سرکش نہ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ اوقات کے نیچے نہایت بڑی بڑی آفتیں موجود رہتی ہیں۔ عارفوں میں کسی عرفان والے کی یہ دُعا ہے کہ الٰہی میں نے جب کبھی کہا اور یہ گمان کیا کہ میں نے حقیقت کو پا لیا ہے تو اسی وقت میں اصل مقصود سے گم ہو جاتا تھا اور جب کبھی میں نے یہ گمان کر لیا کہ میں کھو گیا ہوں اپنے مقصد سے تو اسی وقت میں مقصود کو پا لیتا تھا۔ تیرے سوا مجھے

marfat.com

کوئی اطمینان اور سکون بخشنے والا نہیں اور نہ میرے لئے یہ ممکن ہے کہ تیرے سوا کسی سے محبت کروں۔ اے اللہ ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تیری بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں اور تیری طرف اپنی تمام تمنائیں پیش کرتے ہیں۔

(آمین)

marfat.com

بغداد کا مدرسۂ تصوف

ہم حضرت سری سقطیؒ اور حارث المحاسبیؒ کو اس مدرسۂ تصوف کا بانی قرار دے سکتے ہیں۔ ان دونوں کی تعلیمات کا مرکزی تصور عقیدۂ توحید تھا لیکن یہ حضرات اس موضوع پر اس قدر بلند مقام سے گفتگو کرتے تھے کہ عوام الناس کی فہم سے بالاتر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات عام مجالس میں گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے گھروں میں مخصوص لوگوں کے سامنے توحید کے اسرارورموز بیان کرتے تھے۔ ابوطالب مکیؒ کا قول ہے کہ حضرت جنیدؒ کی نجی مجلسوں میں زیادہ سے زیادہ بیس افراد ہوتے تھے اور عمر کے آخری حصہ میں وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اَب لوگوں میں توحید کے حقائق و معارف حاصل کرنے کا شوق بہت کم ہوگیا ہے۔

حضرت سری سقطیؒ فارسی الاصل تھے جبکہ حضرت حارث المحاسبیؒ عرب، لیکن دونوں سُنی مسلمان تھے اور اسلام کی راسخ اور مروجہ روایت کے پیروکار تھے۔ جہاں حضرت سقطیؒ توحید کے بارے میں اپنی جرأت مندانہ تحقیق کے پیش نظر اس مدرسہ کے ترقی پسند جزو کی نمائندگی کرتے تھے وہاں حضرت محاسبیؒ اپنے سوچے سمجھے ہوئے اعتدال اور عملی زندگی کے اخلاقی معاملات میں دلچسپی رکھنے کے باعث روایت پسند جزو کے نمائندہ تھے۔

بغدادی مدرسۂ تصوف کا اصل موضوع جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ''توحید'' ہی تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں اپنے خاص عقائد اور اصول وضع کئے اور ان کا ایک الگ نظام قائم کیا اور وہ مخفی طور پر ان کی تعلیم دینے لگے۔

marfat.com

وہ اپنے خیالات اور تعلیمات کا اظہار اشاراتی زبان میں کرتے تھے۔ جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت جنیدؒ تصوف کے موضوع پر جن لوگوں سے گفتگو کرتے تھے ان کی تعداد صرف بیس تک ہی محدود تھی کیونکہ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ ان کی تعلیم بہت رازدارانہ قسم کی ہے اور اگر اس کو عام کر دیا جائے تو یہ خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ وہ جب اپنے کسی دوست کو خط لکھتے تو الفاظ کا انتخاب بڑی احتیاط سے کرتے۔

اسی طرح کے ایک خط میں وہ لکھتے ہیں!

''تمہارے ساتھ تبادلہ خیال میں مجھے یہ خطرہ تھا کہ میرا خط کسی ایسے شخص کے ہاتھ نہ لگ جائے جس کے پاس وہ علم ہی نہ ہو جو تمہارے پاس ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے اصفہان میں اپنے ایک دوست کو خط لکھا، کسی نے اسے کھول لیا لیکن اس کے سمجھنے میں دشواری پیش آئی۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہوا، انسان کو ان لوگوں کے معاملے میں رحم دل ہونا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ ان کے ساتھ وہ بات کرے جو ان کی سمجھ میں آ سکے...... تمہیں اپنی زبان کے معاملے میں محتاط رہنا چاہئے اور اپنے ہم عصروں کو سمجھنا چاہئے۔ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ ایسی بات کرو جو وہ سمجھ سکیں اور ایسی بات کو چھوڑ دو جو ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔''

ابونصر سراجؒ اپنی کتاب ''اللمع'' میں لکھتے ہیں کہ اس زمانے کے

marfat.com

صوفیاء اپنی تعلیمات مخفی رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں!

''عمر بن عثمان المکیؒ کے پاس کچھ ایسی تحریریں تھیں جن کے اندر مخصوص اور مخفی علم کی باتیں درج تھیں لیکن ان کے ایک شاگرد کے ہتھے چڑھ گئیں۔ وہ انہیں لے کر بھاگ گیا۔ جب عمر بن عثمان المکیؒ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ اگر اس نوجوان نے ان تحریروں کو ظاہر کرنا شروع کر دیا تو اس کے ہاتھ پاؤں اور سر قلم کر دیے جائیں گے۔ حضرت عمر المکیؒ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔''

جس نوجوان نے وہ تحریریں چرائی تھیں وہ حسین بن منصور حلاج تھا جسے بعد میں اسی بناء پر قتل کر دیا گیا۔ حسین بن منصور حلاج بعد میں حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ منصور حلاج اسی وجہ سے قتل ہوا کہ اس نے صوفیاء کی مخفی تعلیمات عام لوگوں کو بتا دی تھیں۔

ان واقعات سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں بغداد کے صوفیاء کس طرح اپنی تعلیمات کو عوام الناس سے چھپانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ عام لوگوں میں ان کو سمجھنے کی استعداد نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حقیقت الوہیت کے راز کو افشاء کرنا ایک بدعت اور مذموم حرکت ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ القاء والہام کے اندر جو راز ہے وہ اگر فاش کر دیا جائے تو علم کا وجود باقی نہیں رہتا اور اگر علم کے راز کھول دیئے جائیں تو علمِ طبعی کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس علم کو ظاہری طور

marfat.com

بدعت اور خلافِ شرع نظر آنے کے باعث راسخ العقیدہ لوگوں کو اس کی تعلیم بے حد دشوار ہے۔

حضرت جنیدؒ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے تیسری صدی ہجری کے آخر میں بغدادی مدرسۂ تصوف کافی مصائب سے دوچار ہوا اور صوفیوں کے متعلق بدگمانی کا آغاز ہو گیا تھا۔ فقہاء نے ان پر یہ عام الزام لگایا کہ وہ ملحد، کافر اور بدعتی ہیں اور الحاد، اتحاد، آواگون اور حلول کے ماننے والے ہیں۔ خود حضرت جنیدؒ کو بھی موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔

ابونصر سراجؒ لکھتے ہیں کہ اگرچہ حضرت جنیدؒ کو بہت سی چیزوں کا بہت گہرا علم تھا اور اس کے باوجود انہیں ایک بلند مرتبہ دینی بزرگ سمجھا جاتا تھا اور اس لحاظ سے وہ بہت محترم تھے اور اس کے ساتھ ہی ذہنی مرتبہ کے لحاظ سے بھی وہ اتنے ہی باعظمت سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے تمام عمر مذہبی احکامات و عبادات کی پابندی کی، ان تمام چیزوں کے باوجود بعض علماء اور فقہاء انہیں بھی شک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ غلام الخلیل نامی ایک شخص نے خلیفہ بغداد الموفق کے دربار میں صوفیاء کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ چنانچہ جب خلیفہ کے دربار میں تحقیقِ احوال کے لئے صوفیاء کو طلب کیا گیا تو حضرت جنیدؒ نے اپنے آپ کو مشغلہ کے اعتبار سے محض یہ کہہ کر اپنی جان بچائی کہ میں تو اصلاً ایک محدث اور فقیہ ہوں۔

طبقہ صوفیاء پر یہ الزام لگایا گیا کہ یہ لوگ عشقِ الٰہی کے مسئلہ پر بحث و مباحثہ کیا کرتے ہیں جبکہ خدا اور بندے کے درمیان کسی قسم کا عشق ممکن نہیں اور خدا کے بارے میں عشق کا لفظ استعمال کرنا ایک صریح بدعت ہے۔ غلام

marfat.com

الخلیل کے نزدیک عشق صرف مخلوق کی ہی صفت ہے نہ کہ خالق کی اور کوئی بھی یہ کہنے کا مجاز نہیں کہ مجھے خدا سے عشق ہے اور خدا تعالیٰ کو مجھ سے۔

اس کے برعکس طبقہء صوفیاء بشمول حضرت جنیدؒ یہ کہتے تھے کہ خدا اور انسان کے درمیان محبت کا تعلق قائم ہو سکتا ہے لیکن خدا اور انسان کے درمیان یہ رشتہء محبت اس وقت تک ایک عام اور مسلّم عقیدہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ صوفیاء پر جو الزام لگایا گیا اس کی اصل بنیاد تو یہی تھی مگر اس کے ساتھ دوسرے الزامات کا بھی ذکر کیا گیا مثلاً یہ کہ صوفیاء توہم پرستانہ اور وحدت الوجودی نظریات کا پرچار کرتے ہیں۔

ابو نصر سراجؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے ایک دوست جن کا نام سمنون تھا ''عاشق'' کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ شخص بہت حسین و جمیل تھا اور بڑے دل لبھانے والے انداز میں بات کرتا تھا۔ سمنون کی ایک مریدنی کو اپنے اس خوبصورت پیر سے عشق ہو گیا۔ جب اسے پتہ چلا کہ یہ عورت اس پر عاشق ہے تو اس نے اسے اپنے حلقہ سے نکال دیا۔ یہ عورت حضرت جنیدؒ کے پاس گئی اور ان سے دریافت کیا ''تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جسے میں نے خدا تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا تھا لیکن دیکھنے والوں کی نظر میں خدا تو غائب ہو گیا صرف انسان ہی انسان سامنے رہ گیا۔'' حضرت جنیدؒ اس عورت کی بات کا مطلب سمجھ گئے لیکن انہوں نے جواب نہ دیا۔ یہ عورت دراصل سمنون سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن جب اس نے بڑے غرور اور بے نیازی سے اسے اپنے حلقے سے باہر نکال دیا تو یہ عورت غلام الخلیل کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ وہ فلاں فلاں لوگوں کے حلقۂ ارادت میں شامل

marfat.com

ہوئی تھی لیکن ان لوگوں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا۔ غلام الخلیل نے یہ اور کچھ دوسری شکایت جن کا ذکر پیچھے کیا گیا ہے لے کر ان صوفیاء کے خلاف خلیفہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی بغداد نے یہ مقدمہ خلیفہ کو بحیثیت سپریم جج ہونے کے منتقل کر دیا۔ خلیفہ نے غالباً یہ دیکھ کر کہ ان کے خلاف کافی شہادت موجود نہ تھی صوفیاء کو ان الزامات سے بری کر دیا۔

صوفی حضرات اگرچہ بری کر دیئے گئے اور انہیں کوئی جسمانی گزند نہیں پہنچا۔ تاہم یہ مقدمہ جس کے پیچھے رائے عامہ کے ایک حصے کی تائید بھی شامل تھی۔ جو بغداد کے مدرسۂ تصوف کے لئے ایک نہایت ہی نقصان دہ چیز ثابت ہوئی جس سے اس مکتبہء فکر کے شیوخ اور زیادہ کنارہ کش ہو گئے اور محتاط رہنے لگے۔

اس قسم کے واقعات کی بناء پر حضرت جنیدؒ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اپنی تعلیمات کو مخصوص لوگوں تک محدود کر دیا اور ہر شخص پر اس بات کو واضح کر دیا کہ تصوف دراصل قرآن و حدیث پر مبنی ہے چنانچہ ان کا یہ قول بعد میں آنے والے تمام صوفیاء نے نقل کیا ہے کہ ''ہمارا طریقہ کتاب وسنت سے ماخوذ ہے۔''

marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ کے رفقاء

بغداد کے مدرسۂ تصوف سے اس وقت کافی ممتاز شخصیتیں وابستہ تھیں۔ جو یا تو حضرت جنیدؒ کے احباب و رفقاء تھے یا ان کے تلامذہ تھے۔ ان کی تفاصیل جو کتابوں میں ملتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

ابوالحسین احمد ابن محمد النوری الخراسانیؒ

ابوالحسین احمد ابن محمد النوریؒ کا خاندان دراصل خراسانی تھا۔ مگر وہ خود بغداد میں پیدا ہوئے اور یہیں تربیت پائی۔ یہ حضرت سری سقطیؒ کے مرید تھے اور مسلکِ تصوف سے متعلق تمام معاملات میں حضرت جنید کے ہم خیال اور متفق تھے۔ حضرت جنیدؒ اور النوریؒ میں گہری دوستی تھی اور حضرت جنیدؒ ان کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔

روایت ہے کہ ان کا نام نوری اس طرح پڑا کہ جب وہ کسی تاریک کمرے میں بات کرتے تو یوں لگتا گویا وہ پورا کمرہ ان کی روحانیت اور ان کے قول کی سچائی کے نور سے جگمگا اُٹھا ہے۔ نوریؒ اپنے وجدان سے اپنے مریدوں کے باطنی احوال جانچ لیا کرتے تھے۔ حضرت جنیدؒ ان کے متعلق کہتے تھے کہ!

"ابوالحسین لوگوں کے دلوں کی بات جانتا ہے۔"

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویریؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں!

"اور بعض ان میں طریقت میں مشائخوں کے پیشوا اور

marfat.com

شریعت میں اماموں کے امام، تصوف والوں کے شاہ اور تکلف کی آفت بَری ابوالحسن احمد بن محمد الحراسانی النوریؒ احسن المعاملات اور ابین الکلمات اور اظہر المجاہدات تھے اور ان کا ایک مذہب مخصوص ہے تصوف میں اور ایک گروہ ہے متصوف سے کہ ان کو نوری کہتے ہیں جو اقتدا اور تولّی ان کے ساتھ کرتے ہیں اور جملہ متصوفہ بارہ گروہ ہیں اور ان سے دو مردود ہیں اور دس مقبول ہیں۔ ایک ان میں محاسبیاں اور دوسرا قصادیان، تیسرے طیفوریاں ہیں، چوتھے جنیدیاں، پانچواں ثوریاں، چھٹے سہلیاں ہیں، ساتویں حکیمیاں، آٹھویں خرازیاں، نویں حفیفیاں، دسویں ستاریاں اور یہ سب محققوں سے ہیں اور یہ اہل سنت وجماعت سے ہیں لیکن وہ دو گروہ جو مردود ہیں ایک حلولیاں ہیں جو حلول اور امتزاج سے منسوب ہیں اور سالمیاں اور مشبہ ان سے ساتھ متعلق ہیں اور دوسرے سلاجیاں ہیں جن کا مذہب ترکِ شریعت ہے اور انہوں نے الحاد اور بے دینی کا طریقہ اختیار کیا اور مردود ہو گئے..... اور ابوالحسن نوریؒ رفیق جنیدؒ کے تھے اور سری سقطیؒ کے مرید اور بہت مشائخوں کا دیکھا تھا اور ان کے ساتھ بیٹھے تھے اور احمد بن ابی الحواریؒ کو پایا تھا اور ان کی

marfat.com

ہیں.......... اور حکایتوں میں، میں نے پایا کہ ایک وقت احمد نوریؒ نے گھر میں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر تین دن رات شور کیا تو لوگوں نے حضرت جنیدؒ سے کہا کہ اُٹھئے اور ان کے پاس آیئے (حضرت جنیدؒ حضرت نوریؒ کے پاس آئے) اور کہا اے ابوالحسن اگر تو جانتا ہے کہ اس کے ساتھ شور کرنا فائدہ دیتا ہے، کہہ تا کہ میں بھی خوب شور مچاؤں اور اگر جانے تو کہہ، (اپنی) رضا بدل، سود مند ہے تو رضا کو اختیار کر تا کہ تیرا دل خرم (خوش) ہو۔ حضرت نوریؒ خروش (شور) سے رُک گئے اور کہا کہ!

''اے ابوالقاسم تو ہمارے واسطے اچھا معلم ہے''۔

اور ان سے منقول ہے کہ کہا ''سب سے زیادہ عزیز ہمارے زمانے میں دو چیزیں ہیں۔ ایک عالم جو اپنے علم کے ساتھ کام کریں اور دوسرا عارف کہ اپنی حقیقتِ حال سے بات کہے یعنی ہمارے زمانے میں علم و معرفت دونوں عزیز ہیں اس سبب سے کہ علم بغیر عمل کے، علم نہ ہو اور معرفت بغیر حقیقت کے، معرفت نہ ہو۔'' (کشف المحجوب)

حضرت نوریؒ میں حضرت جنیدؒ کی سی احتیاط نہیں تھی۔ اس لئے انہیں حکام کے ہاتھوں بھی سزا ملی اور لوگوں کی سختیاں بھی انہیں برداشت کرنی پڑیں۔ روایت ہے کہ حضرت جنیدؒ نے ان کی وفات کے بعد ایک دفعہ کہا!

njaffat.com

کے متعلق گفتگو نہیں کی۔''

حضرت جنیدؒ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ انہیں نوریؒ کے پہلو میں دفن کیا جائے لیکن ان کی یہ وصیت پوری نہ ہوئی۔ ابوالحسین احمد ابن محمد النوریؒ نے ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔

ابوسعید الخرازؒ

ابوسعید احمد ابن عیسیٰ الخرازؒ حضرت جنیدؒ کے ایک اور دوست تھے۔ ان کا شمار بغداد کے اس وقت کے سربرآوردہ صوفیوں میں ہوتا تھا۔ یہ بھی حضرت سری سقطیؒ کے شاگرد اور مرید تھے۔ یہ ان صوفیاء میں شامل ہیں جنہوں نے تصوف پر کتابیں لکھیں۔ خاص طور پر ان کی کتاب ''الصدق'' جس موضوع پر علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ نے مدارج السالکین میں لکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسئلہ بقاء اور فناء سب سے پہلے انہوں نے سمجھایا۔ وہ نفس کشی اور ریاضت پر سختی سے کاربند تھے۔ حضرت جنیدؒ نے ایک دفع ایک مجلس میں کہا کہ!

''اگر خدا ہم سے اسی عمل کا تقاضا کرتا جو خرازؒ کیا کرتے ہیں تو ہم اس عمل کی کوشش میں تباہ ہو جائیں۔''

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا!

''وہ کونسا عمل ہے جس پر حضرت خرازؒ کاربند ہیں۔''

حضرت جنیدؒ نے جواب دیا!

''وہ اپنی کھڈی پر سالہا سال بیٹھے کام کرتے ہیں لیکن کیا

marfat.com

مجال کہ کسی تانے اور بانے کے درمیان خدا کا نام لینا انہیں بھول جائے۔"

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویریؒ لکھتے ہیں!

"اور بعض ان میں سے توکّل و رضا کے سفینہ اور طریقِ فنا کے سالک ابوسعید احمد بن عیسیٰ الخرازؒ تھے جو مریدوں کے احوال بیان کرنے والے اور طالبوں کے اوقات کی برہان تھے۔ پہلے آپ فناء اور بقاء کے طریق کو بیان کرتے تھے اور آپ کے مناقب مشہور ہیں اور ریاضت اچھی ہے..... آپ نے حضرت ذوالنون مصریؒ کو پایا اور بشر حافیؒ اور سری سقطیؒ کے ہم صحبت تھے۔ ان سے منقول ہے کہ دلوں کی پیدائش اس شخص کی دوستی پر ہے کہ اس کے ساتھ اچھائی کرے یعنی جو کوئی کسی کے مقابلہ میں بھلائی کرے بالضرور وہ شخص اس نیکی کرنے والے کو دل میں دوست رکھے گا۔ (کشف المحجوب)

حضرت ابوسعید احمد بن عیسیٰ الخرازؒ نے ۲۷۷ھ میں وفات پائی۔

ابنِ عطاء العدیؒ

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد ابن عطاء العدیؒ حضرت جنیدؒ کے ایک اور ہم نشین تھے۔ دونوں کے درمیان گہرے قلبی تعلقات تھے۔ مگر آخر عمر میں ان کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا تھا۔ یہ اختلاف رائے فقر و غنا کے مسئلہ

marfat.com

پر پیدا ہوا۔ ابن عطاءؒ کی رائے یہ تھی کہ قیامت کے دن اہل ثروت (دولت مندوں) کا مرتبہ زیادہ بڑا ہوگا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ انہیں بلا کر ان سے کہے گا کہ وہ حساب دیں کہ کس طرح انہوں نے اپنی دولت کو خرچ کیا۔ جب وہ یہ حساب دیں گے تو بغیر کسی درمیانی واسطے کے اس ذاتِ اقدس کا حکم بھی سنیں گے، جو ایک ملامت کی شکل میں ہوگا اور ملامت ہمیشہ ایک محبوب کی طرف سے عاشق کو کی جاتی ہے۔

اس کے برعکس حضرت جنیدؒ کے خیال میں اہل فقر کا مرتبہ اُونچا تھا۔ وہ ابن عطاؒ کی دلیل کا جواب یہ دیتے تھے کہ اگر وہ اہل ثروت کو حساب پیش کرنے کے لئے کہے گا تو غرباء وفقراء کو بھی بلا کر کہے گا کہ ان لوگوں کو معاف کر دیں اور معافی کے لئے بلایا جانا حساب پیش کرنے کے لئے بلائے جانے سے کہیں بہتر ہے۔

دونوں کے درمیان اس مباحث کو حضرت امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم الدین'' میں باب فقر میں بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عطاء العدیؒ نے ۳۰۹ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد رُوَیم ابن احمدؒ

حضرت ابو محمد رویم ابن احمدؒ بھی حضرت جنید بغدادیؒ کے قریبی دوست تھے۔ وہ ایک بڑے عالم فاضل اور صوفی تھے۔ قرآن کے علوم وتفسیر میں انہیں دسترس حاصل تھی۔ انہوں نے تصوف کے موضوع پر متعدد کتابیں

marfat.com

لکھیں جن کے اکثر حوالے ان کے بعد کے زمانے کے علماء وصوفیاء نے بیان کئے ہیں، مگر ان کی اصل کتابیں اَب محفوظ نہیں ہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے!

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ وحید العصر، امام الدہر، حضرت رویم بن احمدؒ ہیں۔ جو اجلہ ساداتِ مشائخ اور حضرت جنیدؒ کے مقربینِ خاص اور رازداروں میں سے تھے۔ آپ فقیہ الفقہاء حضرت داؤد طائیؒ کے ہم مشرب تھے۔ علمِ تفسیر وقرأت میں کامل مہارت اور اپنے زمانے میں تمام علوم وفنون میں ایسے منفرد تھے کہ کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ علو حال، رفعتِ مقام اور نیک خصلتی میں یگانۂ روزگار اور ریاضتِ شدیدہ میں یکتہ و بے مثال تھے۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں علائقِ دُنیا میں ملوث ہو کر منصبِ قضا پر فائز ہو گئے تھے۔ آپ کا درجہ در پردہ ہونے سے زیادہ کامل تھا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ''ہم مشغولِ عارف ہیں اور رویم مشغولِ فارغ ہیں۔'' (کشف المحجوب)

ابو محمد رویم بن احمدؒ نے ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔

ابو حمزہ البغدادیؒ

حضرت ابو حمزہ محمد ابن ابراہیم البغدادیؒ حضرت سری سقطیؒ کے حلقہ ارشاد کے ایک فرد تھے۔ وہ بغداد کے سربرآوردہ صوفی تھے۔ طبقہ صوفیاء میں

marfat.com

یہ پہلے فرد تھے جنہوں نے عام لوگوں کے جلسوں میں تصوف پر خطاب کیا۔

حضرت علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں!

''اور بعض ان میں سے سرا پردۂ تمکین اور اساسِ اہلِ یقین ابوحمزہ البغدادی البزازؒ کبرا اور متکلمانِ مشائخ سے تھے اور حارث محاسبیؒ کے مرید تھے اور سری سقطیؒ کے ساتھ رہے تھے اور نوریؒ اور خیر النساجؒ کے قران تھے اور محتشمانِ مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے .....اور بغداد کی مسجد رصافہ میں وعظ کرتے تھے اور بڑے عالم تھے اور تفسیر اور قرأت میں بے مثل تھے اور ان کی روایت عالی تھیں پیغمبر ﷺ کی حدیثوں میں، اور وہ وہ تھے کہ واقعہ نوریؒ اور ان کے بلا کے وقت میں ان کے ساتھ تھے کہ خداوند نے سب کو خلاصی دی'' (کشف المحجوب)

حضرت ابوحمزہ محمد ابن ابراہیم البغدادیؒ نے ۲۶۹ھ میں وفات پئی۔

عمرو بن عثمان المکیؒ

ابوعبداللہ عمرو بن عثمان المکیؒ بغداد کے صاحبِ ثروت خاندان کے فرد تھے۔ آپ سے بھی حضرت جنیدؒ کے تعلقات تھے۔ مگر جب انہوں نے قاضی کا منصب قبول کیا تو حضرت جنیدؒ ان سے الگ ہو گئے۔ حضرت جنیدؒ کے پاس آنے سے پہلے حسین بن منصور حلاج آپ ہی کے شاگرد اور مرید تھے۔ جس کا مختصر ذکر پیچھے گزرا ہے اور آگے بھی حضرت جنیدؒ کے شاگردوں

marfat.com

کے سلسلہ میں اس کا ذکر آئے گا۔ حضرت علی ہجویری کشف المحجوب میں لکھتے ہیں!

''اور بعض ان میں سے دلوں کے سردار اور آنکھوں کے نور عمرو بن عثمان المکیؒ طریقت کے سرداروں اور بزرگوں سے تھے اور ان کی تصنیف مشہور ہے ان علوم (تصوف) کی حقیقتوں میں اور ارادت کی نسبت حضرت جنیدؒ کے ساتھ کرتے تھے بعد اس کے ابوسعید خرازؒ کو دیکھا تھا اور ناجی کے ہم صحبت تھے اور اصول میں امامِ وقت تھے.....

کہتے ہیں کہ جب عمرو اصفہان میں آئے تو ان کی صحبت میں ایک نوجوان آیا کہ اس کا باپ آپ کی صحبت سے مانع تھا یہاں تک کہ وہ بیمار ہوا اور اس کو ایک مدت گزر گئی، ایک روز شیخ اُٹھے اور ایک جماعت کے ساتھ عیادت کے واسطے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے شیخ کو اشارہ کیا کہ تا کہ قوال سے کہیں کہ کچھ شعر پڑھے عمرو نے قوال سے کہا تو اس نے یہ شعر پڑھا، یعنی مجھے کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوا تو تم سے کسی نے میری بیمار پرسی نہ کی اور جب تم بیمار ہوئے تو میں بیمار پرسی کرتا ہوں۔ بیمار نے جب یہ سنا تو اُٹھ بیٹھا اور اس کی بیماری کم ہو گئی اور کہا زِدنِی یعنی اور پڑھ جب قوال نے دوسرا شعر پڑھا کہ مجھ پر بندش تمہاری بیماری سے زیادہ سخت ہے۔ پس یہ سن کر

marfat.com

بیمار اُٹھ کھڑا ہوا اور بیماری اس سے جاتی رہی اور اس کے باپ نے اس (لڑکے) کو عمرو کی صحبت میں سپرد کیا اور جو خیال کہ اس کے دل میں تھا اس سے توبہ کی اور وہ لڑکا بزرگانِ دین سے ہوا'' (کشف المحجوب)

عمرو بن عثمان المکیؒ کے بہت سے اقوال کو ابنِ تیمیہؒ اور حافظ ابنِ قیم نے منہاج السنہ اور مدارج السالکین میں نقل کیا ہے۔ آپ نے ۲۹۷ھ میں وفات پائی۔

محمد ابنِ اسماعیل خیر النساجؒ

ابوالحسن محمد ابن اسماعیل زہیر النساج یا خیر النساجؒ حضرت سری سقطیؒ کے مرید اور شاگرد تھے اور ایک اُونچے پائے کے شیخ تھے۔ حضرت جنیدؒ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کے بارے میں کہا کرتے تھے ''وہ ہم سے بہترین شخص ہیں۔'' حضرت ابوبکر بن دُلف شبلیؒ اور ابو اسحاق ابراہیم بن احمد الخواصؒ دونوں حضرت نساجؒ کی صحبتِ فیض سے تصوف کی طرف مائل ہوئے اور مسلکِ تصوف اختیار کیا۔ کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویریؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں!

''اور بعض ان میں سے پیر اہل تسلیم اور طریقِ محبت میں مستقیم ابو الحسن محمد بن اسماعیل خیر النساجؒ بزرگانِ مشائخ سے تھے اور اپنے وقت میں معاملات میں ایک اچھا بیان رکھتے تھے اور عبارت مہذب اور عمر دراز پائی تھی اور شبلی اور

marfat.com

ابراہیم رحمہم اللہ نے بالخصوص ان کی مجلس میں توبہ کی، شبلی کو جنیدؒ کے پاس بھیجا خاص کر حرمتِ جنیدؒ کی حرمت وحفاظت کے واسطے اور وہ مرید سری سقطیؒ کے تھے اور اقران جنیدؒ اور ابوالحسن نوریؒ سے تھے اور جنیدؒ کے نزدیک محترم تھے اور ابوحمزہ بغدادیؒ نے ان کا ایجاب تمام کیا تھا اور اس طرح منقول ہے کہ خیر النساجؒ کہنے کا سبب یہ تھا کہ جب اپنی مواد گاہ سے سامرہ گئے اور ان کا گزر حج کے ارادہ سے کوفہ میں ہوا تو کوفہ کے دروازہ پر ایک دربان نے ان کو پکڑا کہ تو میرا بندہ (غلام) ہے اور خیر نام ہے انہوں نے بہ حق سے دیکھا اور اس مرد کے خلاف نہ کیا، بہت برسوں تک اس کا کام کرتے رہے جس وقت کہ ان سے کہتا "یا خیر" یہ کہتے لبیک تو وہ آخر مراد اپنے کئے ہوئے سے پشیمان ہوا ان سے کہا جا میں نے غلطی کی تھی تو میرا بندہ نہیں ہے پس گئے آپ اور اس مرتبہ پر پہنچے کہ جنیدؒ نے کہا خیر خیر نا یعنی وہ (خیر النساجؒ) ہم سب سے بہتر ہیں۔" ابوالحسن محمد بن اسماعیل خیر النساجؒ نے کافی طویل عمر پائی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت جنیدؒ کے بعد بھی بہت سال زندہ رہے۔

marfat.com

ابو احمد مصعب القلانیسیؒ

حضرت ابو احمد مصعب القلانیسیؒ بغداد کے صوفیا میں اتنا ہی بلند مقام رکھتے تھے جتنا خود حضرت جنیدؒ۔ آپ کے تلامذہ میں ابو سعید العربیؒ شامل تھے۔ آپ کے بارے میں زیادہ تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی۔ آپ نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔

احمد ابنِ مسروقؒ

ابو العباس احمد ابنِ مسروقؒ طوس کے رہنے والے تھے لیکن انہوں نے بغداد ہی میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہ حضرت محاسبیؒ اور حضرت سقطیؒ کے حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں!

> ''اور بعض ان میں سے داعی مریدان بحکمِ فرمان ابو العباس احمد بن مسروقؒ بزرگان اور اجلہ خراسان سے تھے اور جملہ اولیاء کا اتفاق ہے کہ وہ اوتاد الارض تھے اور ان کے قطب المدار علیہ الرحمتہ ہم صحبت تھے۔ ان سے پوچھا ہم سے فرمایئے کہ قطب کون ہے؟ آپ نے ظاہر نہ کیا لیکن حکم اشارہ سے ایسا کیا کہ جنیدؒ ہیں اور انہوں نے چالیس صاحبِ تمکین کی خدمت کی تھی اور ان سے فائدہ حاصل کیا تھا اور علومِ ظاہر و باطن میں کامل تھے۔ (کشف المحجوب)

marfat.com

آپ نے ۲۹۸ھ میں وفات پائی۔

ان کے علاوہ ابوالحسن سمنون ابنِ حمزہؒ اور ابو جعفر الحداد الکبیرؒ بھی حضرت جنید بغدادیؒ کے خاص رفقاء میں سے تھے۔

marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد

صوفیہ کی دوسری نسل حضرت جنیدؒ اور ان کے معاصر اہلِ تصوف پر مشتمل تھی۔ ان میں سے حسبِ ذیل مشہور و معروف شخصیات آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔

ابو احمد ابنِ الحسین الجریریؒ

ابو محمد احمد ابنِ الحسین الجریریؒ حضرت جنیدؒ کے شاگردوں میں بلند ترین مقام رکھتے تھے۔ وہ علم کے ہر شعبہ خصوصاً فقہ اسلامی اور دینیات میں فاضلِ کامل تھے اور ان میں کافی درک رکھتے تھے۔ تصوف میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ وہ حضرت سقطیؒ اور حضرت جنیدؒ دونوں کے شاگرد تھے۔ حضرت جنیدؒ ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ جب حضرت جنیدؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے تلامذہ نے دریافت فرمایا!

"یا شیخ آپ کے بعد کون آپ کا جانشین ہوگا؟"

آپ نے جواب دیا! "ابو محمد الجریری"

حضرت علی ہجویریؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں!

"اور بعض ان میں سے باسطِ علوم اور واضحِ رسوم ابو محمد بن احمد بن الحسین الجریریؒ ہیں۔ ان کے صاحب سِرّ جنیدؒ تھے اور سہل بن عبداللہؒ کی صحبت بھی پائی تھی اور ہر قسم کے علموں

جانتے تھے اور تصوف کے طریق میں سے ایسے تھے کہ جنیدؒ نے ان سے کہا تھا کہ میرے مریدوں کو ادب اور ریاضت سیکھاؤ اور جنیدؒ کے بعد ولی عہد وہ ہی تھے کہ ان کی جگہ بیٹھے۔ (کشف المحجوب)

آپ کی وفات کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حج پر گئے ہوئے تھے کہ عبیر کی جنگ میں مکہ کی شاہراہ پر ایک بھگدڑ مچی جس میں آپ کچلے گئے۔ آپ نے ۳۱۱ھ میں وفات پائی۔

ابوبکر شبلیؒ

ابوبکر دولاف ابنِ جہداد الشبلیؒ حضرت جنیدؒ کے دوسرے مشہور شاگرد تھے۔ جوانی میں خلیفہء بغداد کے مصاحب تھے مگر بعد ازاں نساجؒ کی صحبت میں بیٹھنے سے آپ نے تصوف اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے سرکاری ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی اور نساجؒ کے حکم سے ہی حضرت جنیدؒ کی شاگردی اختیار کر لی۔ شبلیؒ گرم مزاج اور پُر جوش واقع ہوئے تھے۔ حضرت جنیدؒ ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ''شبلی ہمیشہ سرشاری ہی میں رہتا ہے اگر وہ ہوش میں رہنے لگے تو ایک ایسا امام ثابت ہو سکتا ہے جس سے ایک خلق کو فیض پہنچے۔''

کہتے ہیں کہ ایک دن شبلیؒ بازار میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہا!

''دیکھو وہ دیوانہ جا رہا ہے۔''

marfat.com

''تم سمجھتے ہو میں دیوانہ ہوں اور میں سمجھتا ہوں تم بہت ہوشیار ہو۔ خدا مجھے اور دیوانہ کرے اور تمہیں اور ہوشیار بنائے۔''

ایک دن شبلیؒ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت جنیدؒ کچھ مغموم بیٹھے ہوئے تھے۔ شبلیؒ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا!

''جو جستجو کرے گا وہ پالے گا۔''

شبلیؒ نے کہا ''نہیں جو پالیتا ہے وہی دراصل تلاش میں رہتا ہے۔''

شبلیؒ کو منصور حلاجؒ سے بہت محبت تھی مگر اس کے باوجود جب حلاج پر مقدمہ قائم ہوا تو آپ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور اس کے موقف کی مخالفت کی۔ شاید اس لئے کہ اس مدرسہء تصوف کی تعلیمات کو عام لوگوں سے مخفی رکھنے کی تاکید کی جاتی تھی اور منصور حلاج نے ان باتوں کو سرِ عام بیان کرنا شروع کر دیا تھا۔

اصولِ عقائد کے اعتبار سے شبلیؒ کا مسلک حضرت جنیدؒ کے مسلک کے مطابق تھا مگر اسلوبِ گفتگو اور طرزِ عمل میں دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق تھا۔ روایتی سلسلہ میں وہ حضرت جنیدؒ اور ان کے شاگرد نصر آبادی کے درمیان کی کڑی سمجھتے جاتے ہیں۔

شبلیؒ نے ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ ان کا مزار بغداد کے محلہ اعظمیہ میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

marfat.com

ابوالمغیث حسین بن منصور حلاجؒ

حضرت جنید بغدادیؒ کے تلامذہ میں سے سب سے زیادہ شہرت حسین بن منصور حلاجؒ نے حاصل کی۔ ان کا نام حسین تھا مگر اپنے باپ منصور اور پیشے کے لحاظ سے حلاج (یعنی اُون یا روئی دھننے والا) کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ اُردو، فارسی، پنجابی یا سندھی زبان کا شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس نے انکا تذکرہ نہ کیا ہو۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے اشعار میں خاص طور پر ان کا ذکر کیا ہے۔ مشہور عارفِ کامل اور پنجابی زبان کے ہر دور میں پڑھے اور سنے جانے والے صوفی شاعر حضرت میاں محمد بخشؒ نے ایک کتاب ''قصہ شاہ منصور'' نظم کی شکل میں لکھی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں!

ح حق منصور حسین والی، اگے عشق دی بات سناوساں میں
سچے عاشقاندی گل آ کھنے تھیں، ذرا عشق حقانی نوں پاوساں میں
خ خاص خدائیدا مرد آہا، جیں دا نام منصور حسین یارو
رہے بحر عرفان دے وچ ڈُبا، ہر وقت سدا دن رین یارو

حسین بن مصور حلاج کی ولادت تستر میں ہوئی۔ سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد انہوں نے حضرت سہل تستریؒ کی شاگردی اختیار کی۔ بعد اَزاں بغداد چلے گئے اور عمرو بن عثمان المکیؒ کے حلقہء ارادت میں داخل ہو گئے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا ہے حضرت عمرو بن عثمان المکیؒ ...

marfat.com

کے اندر مخصوص اور مخفی علم کی باتیں درج تھیں۔ حسین بن منصور حلاج کو اس بات کا علم تھا۔ منصور حلاج نے یہ گراں قدر مسودہ جات مطالعہ کے لئے طلب کئے لیکن انہوں نے کہا کہ تم ابھی مبتدی ہو اور مبتدی منزل سے دور ہوتا ہے۔ حسین بن منصور حلاج یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے اور سجدہ میں پڑ کر گریہ و زاری کرنے لگے۔ ''اے رب العالمین آخر تیرے بندے مجھ سے بدگمان کیوں ہیں کیا میں تیری نافرمانی کی جرأت کر سکتا ہوں۔ میں جو کچھ کرتا ہوں اس میں میرے ارادوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا، تُو تو دلوں کا حال جانتا ہے۔ میں وہی تو کرتا ہوں جو تو چاہتا ہے۔ تو ہی تو مجھے اس بات پر مجبور کرنے والا ہے کہ میں تیرے راز افشاں کر دوں۔ اے میرے خالق اگر تو بھی ان بندوں کی طرح سوچتا ہے تو مجھے بتا کہ تو نے مجھ جیسے کمزور و ناتواں انسان کو کیوں اس بار سے لادا ہے۔''

حضرت عمرو بن عثمانؒ یہ سن کر غصے میں آ گئے اور حسین بن منصور حلاج کو سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ تو گمراہ ہو چکا ہے جو کچھ تو اپنی زبان سے کہہ رہا ہے اس کے نتائج بڑے خطرناک ہوں گے۔ تم ایک عالم کو گمراہ کر ڈالو گے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس پہلے کہ تم خدا کی زمین میں شر پھیلاؤ وہ خود ہی تمہیں کوئی عبرت ناک سزا دے چکا ہو گا۔

حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ لکھتے ہیں کہ گنج نامہ کا ترجمہ عمرو بن عثمانؒ کے جائے نماز کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ آپ وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے فرمایا ''لے گیا، لیکن جو بھی لے گیا اس کے دست و پا قطع کر کے پھانسی پر لٹکا دیا جائے اور اس کو نظر آتش کر کے راکھ تک اڑا دی جائے۔ اس گنج

marfat.com

نامہ سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا کہ وہ اس کے بھید تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔"

منصور حلاج نے اس مسودہ کو پڑھ کر کہا کہ اس میں وہی کچھ لکھا ہے جو میں کہتا ہوں لیکن لوگ مجھے کافر کہتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد منصور حلاج حضرت جنیدؒ کے حلقہ میں داخل ہونے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جنیدؒ کو چونکہ علم تھا کہ یہ المکیؒ کے شاگرد ہیں اس لئے انہوں نے پوچھا!

"کس مقصد سے آئے ہو؟"

حلاج کہنے لگے "آپ کی صحبت میں بیٹھ کر استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت جنیدؒ نے فرمایا "مگر میں تو دیوانے اور مخبوط الحواس لوگوں کو اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ حسنِ صحبت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے ہوش و تمیز میں ہو۔ اگر یہ بات نہ ہو تو اس کا نتیجہ وہی طرزِ عمل ہو گا جو تم نے سہل تستریؒ اور عثمان المکیؒ کے ساتھ روا رکھا۔"

منصور حلاج نے جواب دیا "یا شیخ ہوش و سکر (مدہوشی) انسان ہی کی دو صفتیں ہیں اور جب تک انسان کی صفات فنا نہ ہو جائیں وہ خدا سے نہاں اور مستور ہی رہتا ہے۔"

حضرت جنیدؒ نے فرمایا "اے ابنِ منصور! تم صحو (ہوش) اور سکر (مدہوشی) کا مفہوم نہیں سمجھے، ہوش تعلق باللہ کی صحیح کیفیت کا نام ہے، ہوش خدا کے معاملے میں انسان کی سلامتیٔ عقل پر دلالت کرتا ہے اور بیہوشی

marfat.com

اشتیاق کی شدت اور عشق کی انتہا کو کہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی حالت انسانی کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اے ابنِ منصور مجھے تمہاری گفتگو میں زیادہ تر حماقت اور دیوانگی ہی دکھائی دیتی ہے۔

حضرت عمرو بن عثمان المکیؒ نے ایک دن حلاج کے بارے میں کہا کہ اگر وہ مجھے مل جائے تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں۔ جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایک دن میں قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا کہ اسے سن کر حلاج نے کہا میں بھی ایسی آیت تصنیف کر سکتا ہوں۔

اگرچہ منصور حلاج کی تعلیمات حضرت جنیدؒ کی تعلیمات سے مشابہ تھیں لیکن وہ حضرت جنیدؒ کے عقیدۂ توحید کو ایسے انداز میں پیش کرتے کہ بہت سے مسلمان اس کی تاب نہیں لا سکتے تھے۔ انہوں نے توحید کا خلاصہ ''انا الحق'' کے لفظوں میں بیان کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان پر الحاد کے الزام کے تحت مقدمہ چلا تو بہت سے شیوخ نے ان سے اپنی برأت کا اظہار کیا۔ مگر یہ ہمارا موضوع نہیں ہے تفصیلات کے لئے المصلوب، تاریخِ تصوف، قصہ شاہ منصور وغیرہ کتابوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ انشاء اللہ اس موضوع پر ایک کتاب ''حسین بن منصور حلاج'' عنقریب لکھنے کا ارادہ ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ لکھتے ہیں!

''اور بعض ان میں سے معنی میں مستغرق اور دعویٰ کے متھلک ابو المغیث الحسین بن منصور حلاج ہیں جو مشتاقان اور مستانِ طریقت سے تھے اور حال قوی اور ہمت عالی

marfat.com

رکھتے تھے اور اکثر مشائخ اس کی شان میں مختلف ہیں بلکہ ایک گروہ کے نزدیک وہ مردود ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک وہ مقبول ہیں۔ جن کے نزدیک مردود ہیں وہ عمرو بن عثمان المکیؒ اور ابویعقوب نہر جوریؒ اور ابویعقوب اقطعؒ اور علی بن سہل اصفہانیؒ کے اور سوائے ان کے اور ایک گروہ نے ان کو قبول کیا ہے جیسے ابنِ عطاؒ اور محمد بن خفیفؒ اور ابوالقاسم نصر آبادیؒ اور جملہ متاخرین نے ان کو قبول کیا اور بعض گروہ نے ان کے معاملہ میں توقف کیا ہے مثل حضرت جنیدؒ اور حضرت شیخ شبلیؒ اور حریریؒ اور حصریؒ کے اور سوائے ان کے اور بعض گروہ نے سحر اور اس کے اسباب کے ساتھ اس کو منسوب کیا ہے لیکن ہمارے زمانے میں شیخ المشائخ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ اور شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ اور شیخ ابوالعباس شقانیؒ ان کے معاملہ میں ایک سرّ رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ بزرگ تھے لیکن اُستاد ابوالقاسم قشیریؒ کہتے ہیں کہ وہ اگر اربابِ معانی اور حقیقت سے ایک تھے تو خلق کے جدا کرنے سے وہ جدا نہیں ہو سکتے اور اگر طریقت کے مہجور اور حق کے مردود تھے تو خلق کے قبول کرنے سے مقبول نہیں ہو سکتے ..... اور میں علی بن عثمان الجلابیؒ نے پچاس رسالے ان کی تصنیف سے دیکھے ہیں جو کہ بغداد اور اس کے نواح اور خوزستان، فارس

marfat.com

اور خراسان کے بعض اطراف میں ہیں۔'' (کشف المحجوب)

حسین بن منصور حلاج کو موت کی سزا دی گئی اور ۳۰۹ھ میں انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا بعد میں ان کی لاش کو بھی جلا دیا گیا۔

جعفر الخلدیؒ

حضرت ابومحمد بن جعفر بن نصیر الخلدی یا الخالدیؒ بھی حضرت جنیدؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ وہ حضرت جنیدؒ کے اصحابِ کبار میں سے تھے اور تصوف کے فنون میں مستجر اور انفاسِ مشائخ کے حافظ اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے والے تھے۔ ابوجعفر روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کے پاس آیا اور ان کو بخار میں مبتلا پایا۔ میں نے کہا یا شیخ! حق سے کہو تا کہ تم کو آرام آئے۔

انہوں نے جواب دیا ''کل رات میں نے کہا تھا پس مجھے ندا آئی کہ تیرا بدن ہماری مِلک ہے ہم چاہیں گے تو تندرست رکھیں گے اور ہم نہ چاہیں گے تو بیمار رکھیں گے تو کون ہے کہ جو ہماری مِلک میں دخل دیتا ہے۔

(کشف المحجوب)

ان کے علاوہ ابوسعید العربیؒ، ابوعلی احمد محمد الرودباری البغدادیؒ، ابوبکر محمد ابنِ القطانیؒ، ابوالحسن علی ابنِ محمد المزینؒ، ابومحمد عبداللہ ابنِ محمد المرتشؒ اور ابویعقوب اسحاق ابنِ محمد النہر جوریؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے مشہور تلامذہ ہیں ان حضرات کے بارے میں کوئی زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہے۔ ان

marfat.com

جنیدؒ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت جنیدؒ ہی وہ آخری شخصیت تھے جنہوں نے تصوف کو باقاعدہ رائج کیا اور بعد میں آنے والے تقریباً تمام لوگوں نے انہی کی پیروی کی۔

marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ کی تصانیف

حضرت جنیدؒ اگرچہ کثیر التصانیف نہیں تھے۔ آپ کی چند تصانیف کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے جن میں سے صرف دو تصانیف اس وقت تک محفوظ خیال کی جاتی ہیں۔ ان کی دو کتابوں کا ذکر ابنِ ندیم نے کیا ہے

۱۔ کتاب امثال القران

۲۔ کتابِ رسائل

ابونصر سراجؒ نے ان کی ایک کتاب ''شرح شطحیات ابی یزید بسطامیؒ'' کا ذکر کیا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے ان کی ایک کتاب ''تصحیح الارادہ'' کا ذکر کیا ہے۔

آپ کی جو دو کتابیں ''رسائل جنید'' اور چند مزید رسائل ایک اور کتاب کی صورت میں موجود ہیں۔ ان میں رسائلِ جنید میں!

- رسالہ الی بعض اخوانہ
- رسالہ الی یحییٰ بن معاذ الرازیؒ
- رسالہ الی بعض اخوانہ
- رسالہ الی ابی بکر الکسانی الدینوریؒ
- رسالہ بغیر عنوان کے
- رسالہ الی عمر بن عثمان المکیؒ (نامکمل)
- رسالہ الی یوسف بن حسین الرازیؒ (نامکمل)
- دواء الارواح
- کتاب الفنا

marfat.com

- کتاب المیثاق
- کتاب الالوھیۃ
- کتاب فی الفرق بین الاخلاص والصدق
- باب آخر فی التوحید
- مسئلہ اُخریٰ فی التوحید
- مسئلہ اُخریٰ
- مسئلہ اُخریٰ
- مسئلہ اُخریٰ
- مسئلہ اُخریٰ
- مسئلہ اُخریٰ
- آخر مسئلہ
- مسئلہ اَدب المفتقر الی اللہ
- کتاب دوا التفریط
- رسالہ الی بعض اخوانہ
- مکتوب بنام ابوالعباس الدینوریؒ
- مکتوب بنام ابو اسحاق المارستانیؒ
- رسالہ الی بعض اخونہ
- رسالہ الی بعض اخونہ
- مکتوب بنام یحییٰ ابن معاذؒ (ایک حصہ)
- شرح شطحیات بایزید بسطامیؒ

marfat.com

مندرجہ ذیل تصانیف وہ ہیں جن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ ضائع ہو چکی ہیں مگر ان کا ذکر دوسرے مصنفین نے کیا ہے!

- امثال القرآن
- تصحیح الارادہ
- کتاب المناجاۃ
- منتخب الاسرار فی صفات الصدیقین والابرار

بعض ایسی تصانیف بھی ہیں جو کہ حضرت جنیدؒ سے منسوب کی گئی ہیں مگر بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ حضرت جنیدؒ کی تصانیف نہیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- حکایات ''عالم''
- المتفرقات المأثورہ عن الجنید والشبلی وابی یزید البسطامی
- مکتوب بنام یوسف بن الحسین
- رسالہ فی السکر ورسالہ فی الافاقۃ
- کتاب القصد الی اللہ
- معالی اللہم (نوٹ) یہ کتاب ہماری اس درج شدہ کتاب میں باب ''حضرت جنید کی تعلیمات ونظریات'' میں بیان کی گئی ہے۔ حاجی خلیفہ کی رائے میں یہ حضرت جنیدؒ کی تصنیف ہے جبکہ انگریز مؤرخین نے اسے حضرت جنیدؒ کی تصنیف ماننے سے انکار کیا ہے۔
- السرّ فی انفاس الصوفیہ

marfat.com

وفات

حضرت جنید بغدادیؒ کی وفات کے سلسلہ میں مختلف قول ملتے ہیں۔ سید بشیر احمد سعدی نے آپ کی وفات کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ ''آپ مرض الموت میں بھی منہ پر تکیہ رکھ کر نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ آپ کے منہ پر ورم تھا۔ کسی نے دریافت کیا کیا ایسی حالت میں بھی نماز نہیں چھوڑی جا سکتی؟

آپ نے فرمایا نماز ہی کے ذریعہ سے خدا تک پہنچا ہوں اس لئے اسے نہیں چھوڑ سکتا اور اس کے چند گھنٹوں بعد آپ مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے دارالفنا سے دارالبقا کی طرف ۲۹۸ھ میں کوچ کیا۔''

محترم جناب خان آصف صاحب نے آپ کا سنِ وصال ۳۰۲ھ بیان فرمایا ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ بعض مؤرخین نے آپ کا سنِ وصال ۲۹۶ھ اور ۲۹۷ھ بھی بیان کیا ہے۔ میری ذاتی رائے میں سب سے زیادہ قول سن ۲۹۸ھ میں ملتے ہیں اور عوارف المعارف کے مقدمہ میں جناب شمس بریلوی صدیقی نے بھی اسی کو نقل کیا ہے۔ اس لئے آپ کا سنِ وفات بروز شنبہ ۲۷ رجب ۲۹۸ھ میں ہوا۔ صاحبِ تاریخ تصوف نے بھی آپ کا سنِ وصال ۲۹۸ھ بیان کیا ہے۔

(بتاریخ ۱۸ مئی ۲۰۰۳ بمطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ)

marfat.com

حُسین بِن مَنصور حَلاّجؒ

حسین بن منصور حلاجؒ کی زندگی ہمیشہ سے تاریخ کے مختلف ادوار میں زیرِ بحث رہی ہے اوران کی شخصیت پر مختلف لوگوں نے اپنا اظہارِ خیال پیش کیا ہے۔ مؤرخین اور اہلِ تصوف کی نظر میں منصور حلاجؒ کی شخصیت پر ایک نئی تصنیف مولانا حکیم مرزا صفدر بیگ کے قلم سے بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے..... جس میں منصور حلاجؒ کی زندگی، ان کی تعلیمات ونظریات پر سیر حاصل گفتگو کی جائیگی۔

بک کارنر پرنٹرز پبلشرز مین بازار جہلم

فون نمبر دوکان:624306 فون نمبر رہائش:614977

ای میل:Bookcornerjm@yahoo.co.in

marfat.com

ہماری کتابیں پیاری کتابیں

- قرآن کی کرنیں
- قصص الانبیاء
- معجزاتِ مصطفیٰ ﷺ
- معمولاتِ مصطفیٰ ﷺ
- شانِ والدین رسول ﷺ
- سیرۃ النبی ﷺ کوئز
- انبیاء کرام علیہم السلام کوئز
- نعت سرورِ عالم ﷺ
- سیرتِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا
- کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم
- احکامِ شریعت
- ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت
- تذکرہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ
- جنتی زیور
- طبِ نبوی ﷺ اور جدید دور
- ذِکر اللہ والوں کے
- اقوالِ زریں
- روشنی کے مینار
- عظمت کے مینار
- عملیاتِ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
- بارہ تقریریں
- فن تقریر
- لبیک (سفرنامہ حج)
- عالم اسلام کا انسائیکلوپیڈیا
- محمد بن قاسم
- شیر میسور سلطان ٹیپو شہیدؒ
- کلامِ باہوؒ
- کلیاتِ اقبالؒ

بک کارنر پرنٹرز پبلشرز زمین بازار جہلم

فون نمبر دوکان: 624306 فون نمبر رہائش: 614977
ای میل: bookcornerjm@yahoo.co.in

marfat.com